بابا صاحب

ڈاکٹر امبیڈکر اور اسلام

آر۔ ایس۔ عادل

ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

امن پبلیکیشن

C-1/50 جمنا وہار، دہلی 53

مقدمہ

باباصاحب امبیڈکر اور اسلام

اس کتابچہ میں ہندستانی دلت، مظلوم سماج کے مسائل کا حل پیش کرنے کے لئے ایک مستحکم، حوصلہ افزا، حقیقت پسندانہ اور واضح علمی نقطۂ نظر اپنایا گیا ہے اس کے مؤلف جناب آر۔ ایس۔ عادل صاحب سنہ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۸۱ء تک بدھ مذہب سے وابستہ رہے ہیں۔ انہوں نے تقریباً دس سال تک مسلسل ہندوستانی مہا سبھا، دہلی پردیش کی مجلس عاملہ کے رکن، اس کی شاخوں کے کنوینر جنرل سکریٹری اور صدارت کے عہدوں کو زینت ہی نہیں بخشی بلکہ اس مدت میں صاحب ڈاکٹر امبیڈکر کی تعلیمات کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ یہ کتابچہ بھی باباصاحب کے متعین کردہ مقصد کے حصول میں یقینی طور پر مددگار و معاون ثابت ہوگا، اسی توقع کے ساتھ ہم اسے پیش کررہے ہیں۔

آپ کہیں جارہے ہیں، اس کی اتنی اہمیت نہیں جتنی اس بات کی ہے کہ آپ وہاں کیوں جارہے ہیں؟ باباصاحب نے یو یلہ (مہاراشٹر) میں ۱۳/اکتوبر ۱۹۳۵ء کو یہ کہہ کر کہ "ہمیں ہندو نہیں رہنا چاہیے۔ میں ہندو دھرم میں پیدا ہوا یہ مرے اختیار کی بات نہ تھی لیکن میں ہندو رہتے ہوئے نہیں مروں گا، یہ میرے اختیار کی بات ہے۔" اپنے مذہب بدلنے کا اعلان کردیا۔ لیکن تبدیلی مذہب کیوں کرنا ہے؟ یہ بات باباصاحب نے اپنے متبعین وشاگردوں کو سمجھانا انتہائی ضروری سمجھا تھا۔ چنانچہ ۳۱/مئی ۱۹۳۶ء کو بمبئی میں انہوں نے مہار۔ دلت کنونشن بلایا جس میں "ہمیں مذہب تبدیل کیوں کرنا ہے" کو انہوں نے تفصیل سے سمجھایا۔ باباصاحب نے اس سبھا میں اپنا تحریری خطبہ مراٹھی زبان میں دیا تھا۔ محترم وِمل کیرت جی نے اس کا ہندی ترجمہ شائع کرواکر باباصاحب کے افکار وخیالات کو ہندی جاننے والوں تک پہنچانے میں مدد

کر کے بڑا احسان کیا ہے۔

بابا صاحب کا تحریر کردہ وومل کیرتی جی کا ترجمہ کیا ہوا کتابچہ (دلت ورگ کو تبدیلئ مذہب کی ضرورت کیوں ہے ؟) شائع شدہ سنہ ۱۹۷۸ء کو خاص طور سے بنیاد بنا کر اس کے علاوہ جہاں بھی تبدیلی مذہب سے متعلق ڈاکٹر امبیڈکر کے خیالات ملے ہیں ان سب کا گہرائی سے مطالعہ کر کے یہ کتابچہ لکھا گیا ہے ہمیں پوری امید ہے کہ یہ کتابچہ چھوٹا ہونے کے باوجود دلت طبقے کے اہم اور بنیادی مسئلے کا حل پیش کر کے اس کی صحیح اور مستحکم رہنمائی کرے گا۔ یہ کتابچہ پہلی بار ہندی میں ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا اور کافی مقبول ہوا۔۔ اس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب سے دلت طبقہ کافی متاثر ہوا، ان کی سرگرمیاں تیز ہوئیں اور ان میں سے بہتوں کو حق قبول کرنے کی توفیق بھی ملی۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اسے اردو میں بھی شائع کیا جارہا ہے تاکہ اردوداں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ ضرورت ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔

جناب آر۔ ایس۔ عادل (راشد سلیم عادل) صاحب کا پہلا نام آر۔ ایس۔ ودیارتھی (رام سنگھ ودیارتھی) تھا۔ انہوں نے ۶/ دسمبر ۱۹۸۱ء کو اسلام قبول کیا اور لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت سے سمینار اور میٹنگوں کا انعقاد بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں انہیں بہترین اجر سے نوازے۔ آمین

(ادارہ)

باباصاحب ڈاکٹرامبیڈکراوراسلام

بنیادی طور پر جانور اور انسان میں یہی خاص فرق ہے کہ جانور اپنی ترقی اور تعمیر کی بات نہیں سوچ سکتا، جبکہ انسان سوچ سکتا ہے اور اپنی ترقی کی منزل پاسکتا ہے۔
ہندو دھرم نے دلت طبقے کو جانوروں سے بھی بدتر حالت میں پہنچادیا۔یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی حالت تبدیل کرنے کی پوری کوشش نہیں کر پارہا ہے۔ہاں جانوروں کی طرح ہی وہ عمدہ چارے کی تلاش میں تو لگا ہے لیکن اپنی ذہنی غلامی دور کرنے کے عظیم مقصد کو سنجیدگی سے نہیں لے رہا ہے۔

دلتوں کا اصل مسئلہ کیا ہے؟

روایتی اعلیٰ طبقوں کے ذریعے دلتوں پر انتہائی سفاکی اور بے رحمی سے ڈھائے جانے والے مظالم کو کیسے روکا جائے، یہی دلتوں کا اصل مسئلہ ہے۔
ہزاروں سال سے دلت طبقے پر مظالم ہوتے آئے ہیں اور آج بھی مسلسل ہورہے ہیں ان مظالم کا سلسلہ کیسے شروع ہوا اور آج تک یہ سلسلہ کیوں نہیں رک سکا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔
تاریخ گواہ ہے کہ اس دیش کے اصل باشندے دراوڑ ذات کے لوگ تھے۔جو انتہائی مہذب اور امن پسند تھے۔آج سے تقریباً پانچ یا چھ ہزار سال قبل آریہ قوم ہندوستان میں داخل ہوئی اور یہاں کے اصل باشندے دراوڑوں پر حملہ آور ہوئی۔نتیجتاً آریہ اور دراوڑ دو تہذیبوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔آریہ قوم بہت چالاک تھی۔لہذا چھل کپٹ سے اور باہمی پھوٹ پیدا کرنے کی حکمت عملی سے دراوڑوں کو شکست دے کر آریہ لوگ اس دیش کے مالک و حاکم بن بیٹھے۔
اس لڑائی میں دراوڑوں کے کردار کے اعتبار سے دراوڑوں کو دو درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔پہلے درجے میں وہ لوگ آتے ہیں جنہوں نے اس لڑائی میں بہادری سے لڑتے ہوئے آخر تک آریوں کے دانت کھٹے کئے، ان سے آریہ لوگ، بہت گھبراتے تھے۔دوسرے درجے میں وہ دراوڑ آتے ہیں جو اس جنگ میں شروع سے ہی غیر جانبدار رہے یا کچھ مدت جنگ

میں حصہ لینے کے بعد ہی الگ ہو گئے۔

آریوں نے فتح یاب ہونے کے بعد جنگ میں حصہ لینے والے اور نہ لینے والے دونوں درجوں کے دراوڑوں کو شودر قرار دیا اور ان کا کام آریوں کی خدمت کرنا متعین کر دیا۔ صرف اتنا فرق کیا کہ جن دراوڑوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا انہیں چھوت چھونے کے لائق (touchable) شودر قرار دے کر امن کے ساتھ رہنے دیا۔ کولی، مالی، دھنا، جلاہے، کہار، ڈوم وغیرہ اس درجے میں آتے ہیں۔ لیکن جن دراوڑوں نے اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی بہادری اور جفا کشی کا ثبوت پیش کیا، ان مارشل لوگوں کو اچھوت (untouchable) شودر قرار دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہیں اتنی بری طرح کچل دیا جس سے کہ وہ لوگ ہزاروں سالوں تک سر بھی نہ اٹھا سکیں۔ ان کے کاروبار ٹھپ کر دیئے۔ انہیں گاؤں سے باہر آباد ہونے کے لئے مجبور کر دیا۔ اور انہیں اتنا بے بس کر دیا کہ انہیں زندہ رہنے کے لئے مردہ جانوروں کا گوشت کھانا پڑا۔ انہوں نے ہمیں اپنا پاخانہ اٹھوانے تک کا کام سونپا جسے اس وقت مجبوری میں قبول کر لیا اور آج تک اٹھا رہے ہیں۔ جاٹو بھنگی، چمار، مہار، کھٹک وغیرہ اسی درجے کے لوگ ہیں۔

لیکن اس مارشل اور جنگجو درجے کے لوگوں میں سے ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بنا جس نے یہ طے کر لیا کہ ٹھیک ہے، ہم جنگ میں مات کھا گئے ہیں لیکن پھر بھی ہم ان آریوں کی غلامی قبول نہیں کریں گے۔ وہ لوگ بہت دور جنگلوں میں نکل گئے اور وہیں پر رہنے لگے۔ ناگا، بھیل، سنتھال، جرایو، پسماندہ ذات وغیرہ جنگلی قبائل اسی طبقے میں آتے ہیں، جو آج بھی آریوں کی کسی بھی حکومت کو دل سے تسلیم نہیں کرتے ہیں اور آج بھی جنگلوں مین آزادی سے رہنا پسند کرتے ہیں۔

آریوں کی تہذیب کا ہی دوسرا نام ہندو دھرم یا ہندو سماج ہے۔ ہندو آج بات تو امن کی کرتے ہیں لیکن ہزاروں سال قبل ہوئے آریہ دراوڑ جنگ میں فریب سے شکست دیئے گئے دراوڑ تہذیب کی علامت مہاراجہ راون کا ہر سال پتلا جلا کر جذبہ نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ آج بھی وہ شودروں کو اپنا دشمن اور غلام مان کر انہیں زندہ جلا ڈالتے ہیں، ان کا قتل عام کرتے ہیں، ان کے ساتھ طرح طرح کے ناقابل بیان رونگٹے کھڑے کرنے والے مظالم ڈھاتے ہیں۔ حال میں ہوئے کچھ مظالم کی مثالیں یہ ہیں:

مندر میں جل چڑھانے کے الزام میں ہریجنوں کو گولی سے اڑا دیا

(ہمارے افس رپورٹر کے ذریعہ) نئی دہلی، / اگست مدھیہ پردیش کے شوپوری ضلع میں

کھیراوالی گاؤں میں شو مندر میں جل چڑھانے جا رہے تین ہریجنوں کو دن دہاڑے گولی سے اڑا دیا گیا، مزید تین زخمی ہوگئے، ان میں ایک غیر ہریجن تھا۔ یہ اطلاع یہاں مدھیہ پردیش کے سابق وزیر اور کل ہند کانگریس کمیٹی کے رکن شری راجارام سنگھ نے دی۔ انہوں نے بتایا کہ گولی تو ڈاکوؤں نے ماری لیکن انہیں گاؤں کے ٹھاکروں نے بلایا تھا۔ حادثے کی تفصیلات بتاتے ہوئے شری راجارام سنگھ نے بتایا کہ ٹھاکروں نے ہریجنوں کو پہلے ہی دھمکی دی تھی کہ انہیں شوالہ میں جل نہیں چڑھانے دیا جائے گا۔ ہریجنوں نے اس دھمکی کی رپورٹ تھانے میں لکھوائی۔ پولس نے دفعہ ۱۰۷ کے تحت معاملہ تو درج کرلیا لیکن کوئی کارگر قدم نہیں اٹھایا۔

شری سنگھ کے مطابق ہریجن ۲۸/ جولائی کو جب متھرا ضلع کے سورو گھاٹ سے کانور میں جل لے کر گاؤں آئے اور شوالہ جانے لگے تو پہلے سے موجود ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ان پر گولی چلائی۔ اس میں تین ہریجن مارے گئے اور کئی زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ دن میں تین اور چار بجے کے درمیان ہوا۔ واقعہ کے بعد ڈاکو بغیر کسی لوٹ پاٹ کے واپس لوٹ گئے۔ ابھی تک کوئی گرفتاری نہیں ہوئی۔

(ہندوستان دینک مورخہ ۸/ ۸/ ۱۹۸۱ء)

ہریجن کو درخت پر لٹکا کر مار دیا

(ساندھیہ ٹائمز۔ مورخہ ۱۱/ ۸/ ۱۹۸۱) کوئمبتور سے ۲۰ کلو میٹر دور مان پلی گاؤں میں اعلیٰ ذات کے زمینداروں نے ۲۰ سالہ ایک ہریجن نوجوان کو ناریل کے درخت سے لٹکا دیا۔ کئی گھنٹے لٹکنے کے بعد اس جوان کی موت واقع ہو گئی۔ پولس کے مطابق اس جوان کے ساتھ دو ہریجن عورتوں کو بھی ناریل کے درخت سے ٹانگ دیا گیا تھا۔ مگر اس جوان کی موت کے بعد انہیں چھوڑ دیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ دو زمیندار موٹر سائیکل پر سوار گاؤں سے باہر کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں دو ہریجن نوجوان اور دو جوان لڑکیاں نظر آئیں۔ ان زمینداروں کو راستہ دینے پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک ہریجن نوجوان بھاگ کھڑا ہوا۔ باقی تینوں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو ناریل کے درخت سے باندھ دیا گیا جس سے نوجوان لڑکے کی موت واقع ہو گئی۔

ان کے علاوہ روزانہ ہی مظالم کی خبریں اخباروں کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ بیلچھی، کپھلٹا، دیہولی اور ساڑھو پور وغیرہ مقامات پر ہوئے دل آزار واقعات کبھی بھلائے نہیں جاسکتے۔

ایسا کوئی لمحہ نہیں ہوگا جسمیں دیش کے دلت طبقات پر ظلم نہیں ہوتا ہوگا، کیونکہ اخبار میں تو چند اور خاص خبریں ہی شائع ہو پاتی ہیں۔ بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے اس بارے میں کہا ہے۔

"یہ مظالم ایک سماج پر دوسرے طاقتور سماج کے ذریعے ہو رہی ناانصافی او مظالم کا سوال ہے۔ایک انسان پر ہو رہے ظلم اور ناانصافی کا سوال نہیں ہے، بلکہ ایک طبقہ کے ذریعے دوسرے طبقہ پر زبردستی کی جاری سرکشی اور ظلم، استحصال اور کرب و آلام کا سوال ہے۔"
(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۹)

اس طرح یہ ایک مسلسل چلی آرہی طبقاتی کشمکش کا مسئلہ ہے۔

یہ مظالم کون ڈھاتے ہیں؟ کیوں ڈھاتے ہیں؟ اور کس لئے ڈھاتے ہیں؟ ظالم ظلم ڈھانے میں کامیاب کیوں ہو رہا ہے؟ کیا یہ مظالم روکے نہیں جا سکتے؟ مظالم کو روکنے کا صحیح اور کارگر طریقہ، ذریعہ یا راستہ کیا ہو سکتا ہے؟ یہ چند ایسے سوالات ہیں جن پر دلت طبقے کو آج پھر سے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

دلت طبقوں پر مظالم ہندو دھرم کے نام نہاد اعلیٰ ذات کے ہندو کرتے ہیں۔اور وہ ظلم اس لئے نہیں کرتے کہ دلت لوگ ان کا کچھ بگاڑ رہے ہیں، بلکہ دلتوں پر ظلم کرنا وہ اپنا حق تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح کا حق انہیں ان کے دھرم گرنتھ (مذہبی مقدس کتابیں) بھی دیتے ہیں

اعلیٰ طبقہ اپنی روایتی برتری قائم رکھنے کے لئے ظلم کرتا ہے۔جب دلت طبقہ روایتی اعلیٰ طبقے سے برتاؤ کرتے وقت برابری اور مساوات کے رشتے سے برتاو رکھنے کا اصرار کرتا ہے تب یہ طبقاتی کشمکش پیدا ہوتی ہے۔کیونکہ اعلیٰ طبقہ پسماندہ طبقات کے اس طرح کے برتاو کو اپنی ہتک عزتی تصور کرتا ہے۔اس طرح اعلیٰ طبقہ اپنی روایتی برتری قائم رکھنے کے لئے ظلم و زیادتی کرتا ہے۔اعلیٰ ذات اور دلت طبقے کے درمیان یہ ایک روزانہ ہونے والا طبقاتی تصادم ہے۔بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا ہے:

"کس طرح اس طبقاتی تصادم سے اپنا بچاو کیا جا سکتا ہے؟ اس پر غور کرنا انتہائی ضروری ہے۔اس طبقاتی تصادم سے اپنا بچاو کیسے ہوگا؟ اس سوال کا فیصلہ کرنا میں سمجھتا ہوں، میرے لئے کوئی ناممکن بات ہنیں ہے۔یہاں جمع آپ سبھی لوگوں کو ایک ہی بات قبول کرنا پڑے گی اور یہ ہے کہ کسی بھی تصادم اور کشمکش میں، جن کے ہاتھ میں قوت ہوتی ہے، انہیں کے ہاتھ میں کامیابی ہوتی ہے۔جن میں قوت ہنیں ہے، اپنی فتح کی امید رکھنا فضول ہے۔اس کی تائید میں دوسری کوئی

بنیاد اور سہارا ڈھونڈھنے کی بات ہی فضول ہے۔ اس لئے تمام دلت طبقوں کو اب اپنے ہاتھ میں قوت و طاقت کو جمع کرنا بہت ضروری ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۱۰)

قوت و طاقت کیا چیز ہوتی ہے؟

بابا صاحب امبیڈکر نے کہا:

"انسانی سماج کے پاس تین طرح کی قوت ہوتی ہے۔ ایک ہے انسان کی عددی قوت، دوسری ہے دولت کی قوت، تیسری ہے دل کی قوت یعنی عزم و حوصلہ کی قوت۔ ان تینوں قوتوں میں سے کون سی قوت آپ کے پاس ہے؟ نفری اور عددی قوت کے اعتبار سے آپ اقلیت ہی نہیں بلکہ منظم بھی نہیں ہیں۔ پھر منظم نہیں ہیں، اتنا ہی نہیں مجتمع بھی تو نہیں رہتے۔ دلت لوگ گاؤں اور کھیڑوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے جو نفری قوت ہے بھی، تو اس سے مظلوم اور ستم رسیدہ اچھوت طبقے کی بستی کو کسی بھی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

دولت اور مادی قوت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کے پاس تھوڑی بہت نفری قوت ہے بھی لیکن مالی قوت تو کچھ بھی نہیں ہے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک کی کل آبادی کی ۵۵ فیصد آبادی آج بھی غربت کی لائن سے نیچے کی زندگی گزار رہی ہے جس کا ۹۰ فیصد، دلت طبقے کے لوگ ہی ہیں۔

ذہنی قوت کی تو اس سے بھی بری صورت حال ہے۔ سینکڑوں سال سے ہندوؤں کے ذریعہ ہو رہے ظلم کو حقیر مردوں کی طرح برداشت کرتے رہنے کے سبب مقابلہ کرنے اور تدبیر کرنے کی عادت یکسر ختم ہو گئی ہے۔ آپ لوگوں کی خود اعتمادی، حوصلہ اور حصول

منفعت کے شعور کا استیصال کر دیا گیا ہے۔ ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں اس کا خیال ہی کسی کے دل میں نہیں آتا ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرما نترن کی آوشیکتا کیوں ہے، صفحہ ۱۱-۱۲)

اگر انسان کے پاس افرادی قوت اور مادی قوت موجود ہوں لیکن ذہنی قوت یا قوت ارادی نہ ہو تو یہ دونوں قوتیں بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ فرض کیجئے آپ کے پاس پیسے بھی خوب ہوں اور آدمی بھی کافی ہوں، آپ کے پاس بندوقیں اور دیگر دفاعی اسلحے بھی موجود ہوں لیکن آپ کے پاس قوت ارادی نہ ہو تو آنے والا دشمن آپ کی بندوقیں اور دفاعی ساز و سامان بھی چھین لے جائے گا۔ اس لئے قوت ارادی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ قوت ارادی کی مشہور عالم مثال آپ کے سامنے ہے۔ تاریخی واقعہ ہے، کوئی فرضی داستان نہیں۔ نیپولین ایک انتہائی دلیر اور غیر مفتوح کمانڈر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اس کے نام ہی سے دشمن کانپ اٹھتے تھے۔ لیکن اس کو معمولی سے ایک سپاہی نے جنگ میں مات دے دی تھی۔ خاص طور سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس سپاہی نے یہ کہہ کر اسے ہرایا تھا کہ میں نیپولین کو ضرور ہراؤں گا کیونکہ میں نے اسے کھیل کے میدان میں مات دے رکھی ہے۔ اور سچ مچ اس نے نیپولین کو مات دے دی۔ اس سپاہی نے اس عظیم طاقتور ناقابل فتح نیپولین کو اسی لئے مات دے دی کہ اس کی قوت ارادی نیپولین کے مقابلے میں کھیل کے میدان سے ہی بڑھی ہوئی تھی۔

قوت ارادی کی یہ ایک خاصیت ہے کہ وہ ایک دفعہ جب کسی کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے تو پھر اس کا کم ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ جبھی تو نیپولین کے پاس حقیقی مادی قوت اور جنگی مہارت ہونے کے باوجود اس کے خلاف بڑھے ہوئے حوصلے و قوت ارادی والے ایک معمولی سے سپاہی نے اسے اعلان کر کے مات دے دی۔

اس لئے اگر دلت طبقہ یہ سوچے کہ ہم صرف اپنی قوت بازو کے بدولت ہی مظالم کا مقابلہ کر لیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔ پھر ہمیں اس پہلو کو ہرگز نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ اعلیٰ ذات ہندوؤں کا حوصلہ ہمارے خلاف پہلے سے ہی بہت بڑھا ہوا ہے۔ ہم خواہ کتنی ہی حقیقی قوت حاصل کر لیں لیکن وہ تو یہی سوچتے ہیں کہ ــــــ ہیں تو یہ وہی چمار، بھنگی (اچھوت) ہی، یہ کر بھی کیا سکتے ہیں" اس لئے ہمیں حوصلہ بڑھانے کی ضرورت ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب ہم کسی خارجی سماجی قوت کی مدد لیں، جس کا حوصلہ پست نہیں بلکہ بلند ہو اور جس سے ہندو سماج ڈرتا بھی ہو۔

دلتوں پر ہی ظلم کیوں ہوتا ہے؟

باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا ہے:

"حقیقی صورتحال کا میں نے یہ جو تجزیہ کیا ہے اگر یہ واقعی ہے تو اس سے جو اصول مرتب ہوگا اس کو بھی آپ سب لوگوں کو قبول کرنا ہوگا اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنی ذاتی قوت پر انحصار کریں گے تو آپ کے لئے اس ظلم کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ لوگوں کی محرومیٔ قوت کے سبب ہی آپ پر اعلیٰ ذاتوں کی زیادتی، ظلم اور بے انصافی ہوتی ہے، اس میں مجھے کسی بھی طرح کا شبہ نہیں ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۱۲)

باباصاحب نے کہا ہے:

"آپ کی طرح یہاں مسلم بھی اقلیت میں ہیں۔ جس طرح مہار، چمار اور مانگوں (بھنگیوں) کے دو چار گھر گاؤں میں ہوتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے دو چار گھر کسی گاؤں میں ہوتے ہیں۔ لیکن ان مسلمانوں کی طرف کوئی اعلیٰ ذات ہندو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ آپ (دلت، اچھوت) لوگوں کے دس مکان ہونے پر بھی اعلی ذات ہندو زیادتی، ناانصافی اور ظلم کرتے ہیں۔ آپ کی بستیاں جلادی جاتی ہیں، آپ کی عورتوں کے ساتھ زنا بالجبر ہوتا ہے۔ مرد، عورتوں اور بچوں کو زندہ جلادیا جاتا ہے۔ آپ کی عورتوں، بہو اور جوان بیٹیوں کو ننگا کر کے گاؤں میں گھمایا جاتا ہے۔ یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس پر آپ لوگوں کو سنجیدگی سے غور و فکر اور کھوج کرنی چاہیئے۔ میری نظر میں اس سوال کا ایک ہی جواب دیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دو مسلمانوں کے پیچھے سارے بھارت کے مسلم سماج کی قوت اور طاقت ہے۔ یہ بات ہندو سماج کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لئے ان دو گھر کے مسلمانوں کی طرف کسی ہندو نے ٹیڑھی انگلی اٹھائی تو پنجاب سے لے کر مدراس تک اور گجرات سے لے کر بنگال تک پورا مسلم سماج اپنی قوت صرف کر کے ان کی حفاظت کرے گا۔ ہندو اعلیٰ ذات کے اس یقین کے سبب ہونے کے سبب، دو ان گھروں کے مسلمان بے خوف ہو کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن آپ دلت، اچھوتوں کے بارے میں اعلیٰ ہندو سماج کا یہ تصور بن چکا ہے اور واقعی سچ بھی ہے کہ آپ کی کوئی مدد کرنے والا

نہیں ہے، آپ لوگوں کے لئے کوئی دوڑ کر آنے والا نہیں ہے، آپ لوگوں کو روپیوں پیسوں کی مدد ہونے والی نہیں ہے اور نہ ہی آپ کو کسی سرکاری افسر کی مدد ملنے والی ہے پولس، کورٹ اور کچہریاں ان میں اعلیٰ ذات ہندو افسران ہونے کے سبب اعلی ذات ہندو اور دلتوں کے تصادم میں وہ اپنی ذات کی طرفداری کرتی ہیں، اپنی ذمہ داریوں کی طرف ان کا کوئی دھیان نہیں ہوتا، پہلے ذات اس کے بعد کچھ اور۔ اونچی ذات والوں کو بھی اس بات کا پوری طرح یقین ہوتا ہے کہ ہمارا کون کیا بال بیکا کر سکتا ہے آپ لوگوں کے اس بے سہاراپن کے سبب ہی آپ پر اعلی ہندو سماج زیادتی، ظلم اور بے انصافی کرتا ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے صفحہ ۱۲-۱۳)

باباصاحب آگے کہتے ہیں:

"یہاں تک میں نے جو تجزیہ کیا ہے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ بغیر قوت و طاقت کے آپ کے لئے اس ظلم اور ناانصافی کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ مقابلے کے لئے انتہائی ضروری قوت و طاقت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ دو باتیں ثابت ہوجانے کے بعد تیسری ایک بات خود بخود واضح ہوجاتی ہے کہ یہ مطلوبہ قوت و طاقت آپ لوگوں کو کہیں نہ کہیں باہر سے حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ قوت و طاقت آپ کیسے حاصل کرسکتے ہیں؟ یہی صحیح معنوں میں غور طلب سوال ہے اور اس پر آپ لوگوں کو کوئی اور متبادل سوچ بغیر غور و فکر کرنا چاہیئے۔"

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے صفحہ ۱۳-۱۴)

خارجی قوت کس طرح حاصل کریں:

باباصاحب کے ان الفاظ کو غور سے دیکھئے:

"جس گاؤں میں اچھوتوں پر ہندو اعلیٰ ذات کی طرف سے ظلم ہوتا ہے اس گاؤں میں دوسرے مذاہب کے پیروکار نہیں ہوتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ اچھوتوں پر ہونے والا ظلم بے قصوری کا ہے، بے گناہوں پر زیادتی ہے۔ یہ بات ان کو (دوسرے مذہب والوں کو) معلوم نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ در حقیقت ظلم و ناانصافی ہے، یہ

معلوم ہونے پر بھی وہ لوگ اچھوتوں کی مدد کے لئے دوڑ کر نہیں جاتے ہیں اس کا سبب آخر کیا ہے؟ " تم ہماری مدد کیوں نہیں کرتے " اگر ایسا سوال آپ نے ان سے پوچھا تو آپ کے جھگڑے میں ہم کیوں پڑیں؟ اگر آپ ہمارے مذہب کے ہوتے تو ہم نے آپ کی مدد کی ہوتی۔" اس طرح کا جواب وہ آپ کو دیں گے۔ اس سے بات آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی بھی دوسرے سماج کے آپ جب تک احسان مند نہیں ہوں گے، کسی بھی دوسرے مذہب میں شامل ہوئے بغیر آپ کو خارجی قوت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مذہب تبدیل کر کے کسی بھی دوسرے سماج میں ضم ہو جانا چاہئے۔ اس کے سوا آپکو اس سماج کی قوت حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور جب تک آپ کے پیچھے قوت نہیں ہے تب تک آپ کو اور آپ کی آئندہ نسل کو آج کی جیسی خوفناک اور غیر انسانی غربت کی حالت میں ہی ساری زندگی گزارنی پڑے گی۔ زیادتیاں بے رحمی سے برداشت کرنی پڑیں گی، اس میں کوئی شک نہیں۔

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۱۴-۱۵)

باباصاحب کے ان خیالات سے یہ بات اپنے آپ صاف ہو جاتی ہے کہ قوت حاصل کرنے کے لئے ہمیں کسی دوسرے سماج کا احسان مند ہی ہونی پڑے گا، کسی دوسرے سماج میں ہمیں مل جانا ہی ہوگا۔ دلت طبقے کے جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ خود اپنی تنظیم اور قوت بازو سے ہی اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں، وہ صرف یہی نہیں کہ خود دھوکے اور فریب میں ہیں بلکہ دلت سماج کو بھی غلط راہ دکھا رہے ہیں ایسی راہ، جو باباصاحب کے خیالات کے بالکل خلاف ہے۔

ہندو دھرم میں آپ کے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے

باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے فرمایا ہے

"ہندو دھرم اور سماج کی طرف اگر ہمدردی کی نظر سے دیکھا جائے تو ٹھن ٹھن گوپال (اس کی دور دور تک کوئی توقع نہیں)، چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آئے گا۔ ہر مقام پر نفرت، دشمنی، غرور، جہالت اور اندھیرا ہے۔ یہی کہنا پڑے گا۔ اس کا آپ لوگوں کو اچھا خاصا تجربہ ہے۔ ہندو دھرم میں اپنا پن کا جذبہ تو سرے سے ہے ہی نہیں۔ لیکن ہندو سماج کی طرف

سے آپ لوگوں کو دشمنوں سے بھی بدتر دشمن، غلاموں سے بھی حقیر غلام اور جانوروں سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۱۸)

ہندو سماج میں آپ کے لئے مساوات ہے؟

کچھ ہندو لوگ اچھوتوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ تعلیم حاصل کرو، صاف ستھرے رہو، جس سے ہم آپ کو چھو سکیں گے۔ مساوات بھی برتیں گے۔ مگر در حقیقت دیکھا جائے تو جاہل غریب اور گندے دلتوں کا جو برا حال ہوتا ہے وہی برا حال پڑھے لکھے، دولتمند اور صاف ستھرے واچھے خیالات کے حامل دلتوں کا بھی ہوتا ہے۔

دلت طبقے کی خوشحالی کے بلند مرتبے کی علامت، اس وقت کے نائب وزیر اعظم شری جگ جیون رام جی کو بنارس میں شری سمپورنانند کی مورتی کی نقاب کشائی کرنے پر جس طرح سے بے عزت ہونا پڑا تھا اس سے دلتوں کی آنکھیں کھل چکی ہیں کہ ہندوؤں کا صفائی کی بنیاد پر مساوات کا سلوک کرنے کی یقین دہانی کتنا بڑا دھوکا ہے۔ ایاد رہے، شری جگ جیون رام جی کے ذریعے نقاب کشائی کی گئی مورتی کو گنگا جل سے دھو کر پاک کیا گیا تھا۔

کچھ بھائی اپنی معاشی پس ماندگی ہی کو اپنے اوپر ہو رہے مظالم کا سبب گردانتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ غربت بہت سے دکھوں کا سبب ہے۔ لیکن غریب تو برہمن بھی ہیں، ویشیہ اور بنئے بھی ہیں اور چھتری بھی ہیں۔ غربت سے وہ لوگ بھی پریشان ہیں اور وہ غریبی کے خلاف جد و جہد بھی کر رہے ہیں، لیکن ہمیں ایک ساتھ دو لڑائیاں لڑنی پڑ رہی ہیں ایک تو غریبی سے دوسری نفرت بھری ذات پر تھا سے۔ ایک طرف ہم پر غریبی کی مار پڑ رہی ہے اور دوسری طرف ہم ایک مخصوص ذات ہونے کے سبب پٹ رہے ہیں۔ ہمیں ذات کی لڑائی تو فوراً ختم کر دینی چاہیئے۔ ہم بھنگی، چمار، مہار کھٹیک وغیرہ اچھوت اس وقت تک ہیں جب تک کہ ہم ہندو ہیں،

ہندو دھرم میں آزادی

قانون سے آپ کو چاہے جتنے اختیارات و حقوق دیئے گئے ہوں لیکن اگر سماج ان کا استعمال کرنے دے تبھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حقیقی ہیں۔اس نظریے سے دیکھا جائے تو آپ کو نہ مندر جانے کی اور نہ جینے کی آزادی ہے، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔اس کی تائید میں زیادہ ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر آزادی کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہم اپنے آپ کو ایک غلام سے بھی بدتر حالت میں پائیں گے۔آزادی، مساوات اور اخوت جو انسان کی ترقی اور تعمیر کے لئے ضروری چیزیں بتائی گئی ہیں، ان میں سے آپ کے لئے ہندو دھرم میں کوئی بھی دست یاب نہیں ہے۔

کیا ہندو دھرم ہمارے باپ دادا کا دھرم تھا؟

" بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے بتایا کہ ہندو دھرم ہمارے باپ داد کا دھرم ہنیں تھا۔اس لئے انہوں نے ہندو دھرم کو چھوڑنے کے لئے اپنے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے کیسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔وہ لکھتے ہیں: ہندو دھرم ہمارے آباؤاجداد کا دھرم ہنیں تھا، بلکہ ان پر زبردستی تھوپی ہوئی ایک غلامی اور داستا تھی۔ہمارے اسلاف کو اس دھرم میں ہی رکھنے کا التزام ایک بے رحم خونی پنجہ تھا جو ہمارے اسلاف کے خون کا پیاسا تھا۔اس غلامی سے خود کو آزاد کر پانے کی قوت اور ذرائع مفقود تھے۔اس لئے انہیں اس غلامی کے خلاف بغاوت کرنا ممکن ہنیں تھا۔انہیں اسی غلامی میں رہنا پڑا۔اس کے لئے ہم انہیں مجرم قرار ہنیں دیں گے۔کوئی بھی ان پر رحم ہی کرے گا۔لیکن موجودہ نسل پر اس طرح کی زبردستی کرنا کسی کے لئے بھی ممکن ہنیں۔ہمیں ہر طرح کی آزادی ہے۔اس آزادی کا صحیح استعمال کر کے اگر اس موجودہ نسل نے اپنی آزادی کا راستہ ہنیں ڈھونڈا، یہ جو ہزاروں سال سے برہمنی یعنی ہندو دھرم کی غلامی ہے اس کو ہنیں توڑا تو میں یہی سمجھوں گا کہ ان کے جیسے نیچ، ان کے جیسے حرامی اور ان کے جیسے بزدل جو خودداری بیچ کر جانور سے بھی حقیر زندگی بسر کرتے ہیں،

دوسرے کوئی ہنیں ہوں گے۔
یہ بات مجھے بڑے دکھ اور بڑی بے رحمی سے کہنی پڑے گی"
(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۳۴)

دھرم مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے، لہذا دھرم تبدیل کرو

باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر کہتے ہیں:
"اگر آپ کو انسانیت سے محبت ہو تو دھرم تبدیل کرو۔ہندو دھرم کو چھوڑ دو۔تمام دلت اچھوتوں کی صدیوں سے غلام بنائے ہوئے طبقے کی آزادی کے لئے اتحاد و تنظیم کرنا ہو تو دھرم تبدیل کرو۔ مساوات حاصل کرنی ہو تو دھرم تبدیل کرو۔آزادی حاصل کرنی ہو تو دھرم تبدیل کرو۔اپنی زندگی کی کامیابی چاہتے ہو تو دھرم تبدیل کرو۔انسانی سکھ چین چاہتے ہو تو دھرم تبدیل کرو۔ہندو دھرم کو خیرباد کہنے میں ہی تمام دلت، حقیر، اچھوت، استحصال کے شکار مظلوم طبقے کی حقیقی بھلائی ہے، یہ میرا کامل اور واضح یقین بن چکا ہے۔"
(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۵۱)

دھرم تبدیل کرنے کا مقصد

اس طرح باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے دھرم تبدیل کرنے کا اصل مقصد واضح طور پر خارجی قوت حاصل کرنا طے کیا تھا۔اسے ہمیں کبھی بھی نہیں بھولنا چاہئے، کیوں کہ خارجی قوت حاصل کر کے ہی دلت طبقے پر ہونے والے مظالم کو روکا جاسکے گا، ذلت کی زندگی سے نجات مل سکے گی اور ہمیں حاصل ہو جائے گی آزاد زندگی، عزت سے بھرپور زندگی، انسانیت کی زندگی۔ایسا کون سا مذہب ہے جو ہمارے مقصد یعنی جو چیز چاہئے اسے قبول کرنے سے وہ چیز مل جائے؟ باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے اس سلسلے میں بالکل صاف طور سے کہا ہے کہ اسلام دھرم اپنانے سے ہی ہم کو وہ سب حاصل ہو سکتا ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے، باباصاحب کہتے ہیں کہ:

"تین دھرم ہیں جن میں سے دلت طبقے کو ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ (۱) اسلام دھرم (۲) عیسائی دھرم (۳) سکھ دھرم۔ ان تینوں کا تقابل کرنے پر اسلام دھرم دلت طبقے کو وہ سب کچھ دیتا دکھائی دیتا ہے جو اسے چاہئے"
Thus Spoke Ambedkar" VOL. IV. By Bhagwan Das page 296-297

بابا صاحب نے اسلام دھرم کو دلت طبقے کا مقصد پورا کرنے والا بتایا اور اس کی قلم توڑ بڑائی بھی کی۔ تو پھر انھوں نے اسلام کو کیوں نہیں اپنایا؟ بلکہ بابا صاحب نے ۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو اپنے لاکھوں شاگردوں کے ساتھ بدھ دھرم کیوں قبول کیا تھا یہ ایک اہم سوال ہے۔

بابا صاحب نے بدھ دھرم ہی کیوں اختیار کیا؟

کسی بھی عقلمند اور خاص کر وکیل کو اپنے کسی بھی معاملے میں کامیاب ہونے کے لئے اسے اپنے مقصد کو نہیں بھولنا چاہئے۔ سب سے اچھا راستہ وہی ہوتا ہے جس سے مقصد تک پہنچا جاسکے۔ کسی بھی دل پسند خوبصورت راستے کو اچھا نہیں کہا جاسکتا اگر وہ مقصد تک نہ پہنچاتا ہو۔ بابا صاحب ایک عظیم اسکالر ہی نہیں اعلیٰ درجے کے بیرسٹر بھی تھے۔ اس لئے ۱۹۵۶ء میں جب انہوں نے دھرم تبدیل کرنے کی بات سوچی تو دھرم کی تبدیلی کے لئے پہلے سے طے کئے ہوئے مقصد خارجی قوت کا حصول یعنی کسی بھی باہری سماج کی قوت حاصل کرنے کو پیش نظر رکھا تھا۔ اس کے مطابق انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ ہندو سماج کے علاوہ کس سماج کی قوت اس دیش میں ایسی ہے جسے حاصل کر کے دلت طبقے کے لوگ مظالم سے محفوظ رہ سکیں اور عزت کی زندگی بسر کر سکیں۔ انہوں نے پایا کہ اس دیش میں نہ تو عیسائی سماج کی قوت ہے، نہ بدھ سماج کی اور نہ ہی اسلامی سماج کی۔ ۱۹۴۷ء کے تقسیم ملک کے بعد دوسروں کی طرح مسلمانوں کی قوت بھی ہمارے دیش میں نہ کے برابر رہ گئی تھی۔ یعنی ہمارے دیش میں کسی اور سماج کے پاس ایسی قوت نہیں تھی جسے پاکر، یعنی جس میں اپنے کو ضم کر کے ظلم اور زیادتیوں سے نجات مل سکتی۔ لیکن بابا صاحب کو اپنا عظیم عہد پورا کرنا تھا۔ معقولیت کے ساتھ تصور کیجئے کہ ایک کمرے کے درمیان میں ایک انتہائی کمزور اور نڈھال مریض گرنے والا ہے اور اس کمرے میں اس کے پاس ستون وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے جس کا وہ سہارا لے سکے۔ ایسی حالت میں وہ کیا کرے گا؟ وہ سہارا لینے کے لئے اس کمرے کی کسی دیوار کی طرف ہی بڑھے گا۔ ٹھیک اسی طرح بابا صاحب نے بھی جب دیکھا کہ اس کمرے کے مثل دیش میں کوئی سہارا نہیں ہے، تب ان کو اپنے کمزور سماج کو گرنے سے بچانے کے لئے دیواروں کی طرف بڑھنا پڑا۔ خلاصہ یہ کہ جب انہوں نے پایا کہ اس دیش میں کوئی بھی ایسا سماج نہیں ہے جس کی قوت میں ضم ہو کر دلت طبقے کو مصیبت اور مظالم سے بچایا جاسکے؟ تب انہوں نے ہمارے

دیش کے قریبی ملکوں کی طرف نگاہ دوڑائی کہ کیا ان میں کوئی ایسا سماج رہتا ہے جس کی قوت حاصل کر کے اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہو سکیں۔انہوں نے پایا کہ چین، جاپان، لنکا برما اور تھائی لینڈ وغیرہ ممالک میں بدھ مذہب ماننے والا سماج ہے۔اس لئے ان کی قوت یعنی خارجی قوت، پانے کے لئے بدھ دھرم ہی اختیار کرنا چاہئے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ان دنوں کسی دوسرے دھرم کو اختیار کر کے مقصد کے حصول میں دشواری ہو سکتی تھی اور بدھ دھرم کو اپنا کر ہی مقصد کو پانا آسان معلوم پڑتا تھا۔اس لئے باباصاحب نے بدھ دھرم اختیار کیا تھا۔اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۶ء میں باباصاحب نے جب دھرم تبدیل کیا تھا، اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی طاقت تو تھی ہی نہیں، اسکے علاوہ ان دنوں ہندوؤں کے دل میں مسلمان یا اسلام کے نام سے ہی انتہائی نفرت تھی۔اگر ہم لوگ اس وقت مسلمان بنتے تو ہمیں گاؤں گاؤں میں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔اس لئے اگر باباصاحب ۱۹۵۶ء میں اسلام دھرم قبول کرتے تو یہ ان کی ایک بہت بڑی آزمائش ہوتی۔ان سبھی امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بدھ دھرم اختیار کر کے یعنی مستقبل میں ہوشمندی سے کام لینے کا اشارہ کر کے دلت طبقے کی نجات کا حقیقی راستہ کھول کر ایک عظیم کام کیا تھا۔لیکن بدقسمتی سے باباصاحب امبیڈکر دلت طبقے کو بدھ دھرم کی شکل میں یہ دوا فراہم کر کے صرف ایک ماہ ۲۲ دن کے بعد ہی ۶/ دسمبر ۱۹۵۶ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔اس طرح باباصاحب امبیڈکر یہ دیکھ نہیں پائے کہ میں نے اپنے ان لوگوں کو جو مہلک مرض میں مبتلا ہیں جو دوا فراہم کی، ہے وہ ان کے لئے موافق اور موثر ہو رہی ہے یا نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے اور ری ایکشن کر رہی ہے۔

باباصاحب ہم کو ہدایت دینے کے لئے آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔اب تو اس دلت طبقے کو خود ہی اپنی بھلائی کا خیال کرنا ہوگا۔ہم سب کو مل کر سوچنا ہوگا کہ جو بدھ دھرم کے روپ میں دوا ہم نے آج سے تقریباً چالیس سال قبل لینی شروع کی تھی اس نے ہمارے روگ کو ٹھیک کیا بھی یا نہیں؟ یا کہیں یہ دواری ایکشن تو نہیں کر رہی ہے یعنی الٹی تو نہیں پڑ رہی ہے؟ کیا ایسا تجزیہ کرنے کا وقت آج چالیس سال بعد بھی نہیں آیا ہے؟ یقینی طور پر ہمیں تجزیہ کرنا چاہئے۔

بدھ دھرم اختیار کر کے ہم اپنے مقصد میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں؟ اس کے بارے میں باباصاحب کا طے کیا ہوا کسی بھی دھرم کو اپنانے کا مقصد، دلت طبقہ کو خارجی قوت حاصل کرنا ہونا، چاہئے۔اس طرح دلت طبقے کے بدھ دھرم اختیار کرنے کا مقصد خارجی قوت

حاصل کرنا تھا۔ اس لئے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ بدھ دھرم اختیار کرنے سے دلت طبقے میں خارجی قوت کتنی آئی؟ کچھ آئی بھی ہے یا بالکل نہیں آئی؟ یا اس دھرم کو اپنانے سے ہماری اصل قوت میں بھی کچھ کمی واقع ہوئی ہے؟

ہم پاتے ہیں کہ بدھ دھرم کو اپنانے سے دلتوں کے اندر کسی طرح کی کوئی بھی باہری قوت نہیں آئی، بلکہ اس کی اصل قوت میں بھی کمی آگئی ہے۔ اول تو دلت طبقے کو جتنی بڑی تعداد میں بدھ دھرم اپنانا چاہئے تھا، اتنی بڑی آبادی نے نہیں اپنایا اور اس لئے نہیں اپنایا کہ دلت سماج زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ سماج ہے۔ بدھ دھرم کہتا ہے کہ کوئی خدا اور ایشور وغیرہ نہیں ہے۔ یہ بات ابھی تک اچھے پڑھے لکھے لوگوں کی بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ وہ کسی نہ کسی شکل میں ایشور یا اللہ کی ہستی کو مانتے ہیں، تب یہ بات ان پڑھ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی سمجھ میں کیسے آسکتی ہے کہ ایشور یا اللہ ہے ہی نہیں۔ یہی سب سے بڑی وجہ ہے جس کی بدولت دلت طبقے کی بڑی تعداد نے اس دھرم کو اختیار نہیں کیا۔ اگر اختیار کیا ہے تو دلت طبقے کے ایک مختصر حصے نے۔ سچ تو یہ ہے کہ بدھ دھرم صرف چمار یا مہار ذات کی کل آبادی کا بمشکل ۲۰ فیصد حصے نے ہی اختیار کیا ہے۔ اور ان کی بھی حالت یہ ہے کہ جو ۲۰ فیصد بدھ بنے ہیں وہ ۸۰ فیصد چماروں کو کہتے ہیں کہ یہ ڈھیڑھ کے ڈھیڑھ ہی رہے۔ اور ۸۰ فی صد چمار جو بدھ نہیں بنے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بدھو چدھو کہاں سے بنے پھرتے ہیں؟

اس طرح پہلے جو سو چماروں کی قوت تھی، ۲۰ اور ۸۰ میں تقسیم ہو گئی۔ پھر ۲۰ اور ۸۰ کی قوت بھی اپنی اپنی جگہ پر پوری بنی رہی ہو، ایسا بھی نہیں رہا۔ کیونکہ بدھ اور چماروں کے درمیان کشمکش اور لڑائیاں بھی ہوئی ہیں۔ اس طرح بدھ دھرم اختیار کرنے سے دلت طبقے کی قوت کم ہوئی ہے، بڑھی نہیں۔ جبکہ مقصد تھا خارجی اضافی قوت حاصل کرنا۔

یہ تو رہا بحیثیت مجموعی سماج کا تجزیہ۔ اب ہم ان دلتوں کی حالت پر غور کریں جنھوں نے بدھ دھرم اختیار کر لیا ہے۔ کیا ان میں کچھ خارجی قوت آگئی ہے؟ بالکل نہیں۔ صرف اتنا ہوا کہ جو پہلے چمار تھے وہ اب اپنے کو بدھ کہنے لگے۔ لیکن محض کچھ بھی کہہ لینے سے تو قوت آتی نہیں۔ اس دیش میں پرانے بدھ دھرم ماننے والے تو ہیں ہی نہیں کہ ان کی قوت ان (نئے) بدھوں میں آگئی ہو اور دونوں نے مل کر ایک طاقتور سماج بنالیا ہو۔ دوسرے بدھ مذہب والے ملکوں نے بھی ان نو بدھوں کی مدد میں اپنی کوئی دلچسپی نہیں دکھائی ہے۔ اور اگر بدھ مذہب والے دیش مدد کرنا بھی چاہیں تو کیسے کریں گے؟ زیادہ سے زیادہ حکومت ہند کو ایک احتجاجی خط لکھ بھیجیں گے کہ ہندوستان میں بدھوں پر ظلم مناسب نہیں ہے۔ کیا اس احتجاجی خط سے کام چل جائے گا اور اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں کراکے بدھ مذہب والے انہیں لٹھ

مارنے والوں یا زندہ جلا دینے والوں کو دکھا کر بچ جائیں گے؟ یا جہاں انہیں گولیوں سے اڑا دینے والی بات ہوتی ہے، تو کیا وہ دوسرے ملکوں کے احتجاجی خطوط کی نقل گولی مارنے والوں کو دکھا کر گولی سے بچ جائیں گے؟ اس طرح باہری ملکوں کی مدد سے تو اس دیش میں بے سہارے لوگوں کا کچھ بھی بھلا ہونے رح والا نہیں ہے اور نہ ہی ہوا ہے۔

مندرجہ بالا تجزیہ سے واضح ہے کہ بدھ دھرم کو اختیار کرکے ہم نے کچھ پانے کے بجائے کھویا ہے اور وہی کھویا ہے جس کو پانے کے لئے یہ اپنایا گیا تھا۔ اس طرح بدھ دھرم دلت طبقے کے مقصد کے حصول میں پورے طور پر ناکام رہا ہے۔

سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا ڈاکٹر امبیڈکر نے غلط سوچا تھا؟ کیا ان کے عقل میں یہ سب باتیں نہیں آئی ہوں گی؟ اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ ایک تو کمی کسی بھی انسان سے رہ سکتی ہے دوسرے یہ کہ ڈاکٹر امبیڈکر اس وقت اس کے سوائے اور کچھ کرنے میں اپنے آپ کو مجبور محسوس کر رہے تھے۔ تیسرے کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جو صرف غور و فکر ہی سے حل نہیں ہوتے بلکہ ان کا عملی جامے میں تبدیل ہونا بھی انتہائی اہم ہوتا ہے۔ بابا صاحب نے جو کچھ بھی سوچا تھا وہ ٹھیک ہی سوچا تھا، لیکن جس پر کوئی اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہو اور وہ اسے پورا نہ کرے تو کیا اس میں سوچنے اور غور کرنے والے کی غلطی مانی جائے گی؟ بدھ مذہب والے ملکوں نے اپنی ذمہ داری نہیں ادا کی اور اب ان کی مدد سے کچھ ہونے والا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا مسئلہ صرف سیاسی نوعیت کا نہیں ہے بلکہ سماجی بھی ہے اور وہ زیادہ پیچیدہ ہے۔ اگر ہمارے سامنے سماجی مسائل نہ ہوتے تو ممکن تھا اقوام متحدہ وغیرہ میں بدھ مذہب والے ملکوں کا سہارا لیتے اور اپنی سیاسی گتھی کو سلجھا سکتے۔ لیکن ہمیں تو پہلے سماجی قوت حاصل کرنی ہے جس سے آئے دن ہونے والے مظالم سے چھٹکارا مل سکے۔

دلت لوگ کروڑوں کی تعداد میں اس دیش کے لاکھوں گاؤں میں الگ الگ بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ بالکل بے قصور ہوتے ہوئے بھی ان پر جگہ جگہ ظلم و ستم ہوتے ہیں۔ ان مظالم سے کیسے بچا جائے۔ یہی دلت طبقے کا اصل مسئلہ ہے۔ اس سماجی کوڑھ سے نجات دلانے کے لئے ہی بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر نے بدھ مذہب کو بطور دوا اپنایا تھا جو کامیاب نہیں ہوا، بلکہ نقصاندہ ثابت ہوا۔ یعنی دلت سماج بدھ اور غیر بدھ دو خیموں میں تقسیم ہو کر اور بھی زیادہ کمزور ہو گیا۔ آپ کہیں گے کہ کیا بابا صاحب اس کے لئے قصوروار ہیں؟ نہیں بالکل نہیں، بلکہ ہمارے جسم کو یہ اعلیٰ دوا موافق اور کارگر نہیں ہو سکی۔

اس تجزیے سے اتنا تو واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ بدھ دھرم سے اب ہمارا کام چلنے والا نہیں۔ اب تو اس سماج کو بھلا چنگا اور طاقتور بنانے کے لئے اضافی خارجی قوت حاصل

کرنے کے لئے دوسری دوا ہی لینی چاہیئے۔

کچھ لوگ معلوم کرنا چاہیں گے کہ کیا بابا صاحب ہمارے بیمار سماج کے لئے تجربہ کار ڈاکٹر نہیں تھے کہ ہمیں ٹھیک دوا نہیں دے پائے؟ اس سوال کا جواب آپ ایک انتہائی مناسب مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہا جاتا ہے کہ جن ڈاکٹروں نے پنسیلین نامی دوا کی ایجاد کی تھی انہوں نے دعوی کیا تھا کہ دنیا میں اگر کوئی آب حیات یا امرت نام کی چیز ہے تو وہ پنسیلین ہے اور اسے ہم نے کھوج لیا ہے۔ بڑی حد تک یہ بات ٹھیک بھی ہے کیونکہ جس کو پنسیلین موافق آجاتی ہے وہ اس کے لئے امرت ہی ثابت ہوتی ہے۔ کتنی ہی اہم اور مضرت رساں بیماریوں کو یہ ٹھیک کردیتی ہے لیکن جس کو موافق نہیں آتی اس مریض کی وہی امرت (پنسیلین) جان تک لے لیتی ہے۔

ہر ڈاکٹر یہی چاہتا ہے کہ میں ہر مریض کو پنسیلین کا انجکشن دوں، مگر دینے سے پہلے ہی وہ ایک ٹسٹ ڈوز لگاتا ہے، تاکہ وہ جان سکے کہ مریض کو یہ دوا موافق بھی آتی ہے یا نہیں۔ ذاگر اس کو موافق نہیں آتی ہے تو ڈاکٹر اس کو پنسیلین بالکل نہیں لگاتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دے دیتا ہے کہ آئندہ پنسیلین کبھی مت لگوانا کیونکہ یہ آپ کو ری ایکشن کرتی ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ اب تو پنسیلین رسے بھی پ بہترین دوائیاں ایجاد ہو چکی ہیں۔

بدھ دھرم کی شکل میں اس دوا کے لینے سے دلت طبقے کو ری ایکشن ہوا ہے۔ یہ اسے اور کمزور بناتی جارہی ہے۔ بدھ دھرم اپنانے کی وجہ سے ۲۰ فیصد اور ۸۰ فیصد میں تقسیم ہو کر دلت طبقے کی اصل قوت بھی ضائع ہو رہی ہے اور ہماری حالت ٹھیک ایسی ہو گئی ہے جیسے ایک بڑے ڈاکٹر کے پاس، ایک گمبھیر بیماری میں مبتلا، ایک مریض آیا اور وہ ڈاکٹر اس کی جانچ کر کے اپنے شاگرد (چھوٹے ڈاکٹروں) سے کہہ کر کہیں چلا گیا کہ اس کو پنسیلین لگا دو جو سب سے عمدہ دوا ہے۔ لیکن اس کے جانے کے بعد اس مریض کی ٹسٹ ڈوز کی وجہ سے حالت خراب ہو جاتی ہے۔ یعنی کہ وہ انجکشن اس مریض کو ری ایکشن کر رہا ہے یعنی موافق نہیں آرہا ہے۔ جس سے مریض کی حالت اور بھی بگڑنے لگتی ہے اور بڑے ڈاکٹر کے وہ جاہل اور ناتجربہ کار کمپاؤنڈر اب بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بڑے ڈاکٹر صاحب اس کو پنسیلین لگانے کے لئے ہی کہہ گئے تھے، اس لئے پنسیلین ہی لگاؤ۔ کیا کوئی بھی سمجھدار آدمی اسے عقلمند کہے گا کہ یہ بڑا اچھا شاگرد ہے اپنے استاد یعنی اپنے بڑے ڈاکٹر کی بات پر اٹل اور قائم ہے؟ یا اسے جاہل یا نامعقول قرار دے گا؟

یہی حال ہمارا ہے۔ بدھ دھرم ہمیں ری ایکشن کر رہا ہے۔ جس دوا کو بابا صاحب

ڈاکٹر امبیڈکر ہمیں دے کر صرف ایک ماہ ۲۲ روز کے بعد ہی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے تھے ۔ وہ موافق نہیں آ رہی ہے ۔ کیونکہ بدھ دھرم اختیار کرنے کا مقصد خارجی قوت کا حصول تھا ۔ لیکن خارجی قوت کا آنا تو دور کی بات ہے وہ اصل قوت کو بھی ضائع کر رہا ہے ۔ یہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے یا معلوم ہونا چاہئے ۔ اگر آج بھی ہم بدھ دھرم کو ہی اختیار کرنے کی ضد یا اصرار کرتے ہیں تو ہر سمجھ دار آدمی ہماری عقل مندی پر ترس کھائے گا ۔ وہ ہنسے گا اور دشمن خوشی منائے گا اور ہو بھی یہی رہا ہے ۔ آج جب ہمارے کچھ بیدار ساتھیوں نے دوسری دوا اسلام دھرم کی طرف توجہ دینا اور اسے اختیار کرنا شروع ہے تو ہمارے نادان ساتھی اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ نہیں ، وہی بابا صاحب کی بتائی ہوئی دوا لینی ہے ۔ ساتھ ہی آج ہمارا دشمن بھی یہی صلاح دے رہا ہے کہ بدھ دھرم ہی اختیار کرو ، مسلمان مت بنو ۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کے بدھ دھرم اختیار کرنے سے ان کا کوئی بھلا ہونے والا نہیں ہے اور مجھے کوئی نقصان بھی ہونے والا نہیں ہے ۔ اس بات کو بابا صاحب کے جانشین کہلانے والوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اور اگر بابا صاحب کے جانشینوں میں تھوڑی بھی سمجھ ہے ، تو انہیں جان لینا چاہئے کہ بابا صاحب کا طے شدہ تبدیلی مذہب کا اصل مقصد خارجی قوت حاصل کرنا ہے ۔ یہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ خارجی قوت سے مراد غیر ملکی قوت نہیں بلکہ ہندستان میں موجود دوسری کسی بھی سماج کی قوت ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہمیں پوری کوشش کرنی چاہئے ۔ اسی کے لئے ہمیں دھرم کی تبدیلی کرنی ہے ۔

اب بابا صاحب کے جانشینوں کو چاہئے کہ بدھ دھرم کی شکل میں دوا لینے سے جو خرابیاں اور فساد ہمارے سماج میں پیدا ہوگئے ہیں سب سے پہلے انہیں دور کریں اور اس بدھ دھرم کی شکل میں اپنائی گئی دوا کے بدلے کوئی دوسرا دھرم اختیار کریں جس سے کہ ہم اپنے تبدیلی مذہب کے مقصد کو حاصل کر کے مظالم سے نجات حاصل کر سکیں ۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ بابا صاحب امبیڈکر اسلام دھرم کو اس کے لئے موزوں اور کارگر دوا مان کر چل رہے تھے ، لیکن حالات کے تحت مجبوراً ان کو بدھ دھرم اختیار کرنا پڑا ۔ اس حقیقت کا خلاصہ آگے کیا جائے گا ۔

بابا صاحب اس بات کے لئے کوشاں تھے کہ میرے دلت مظلوم بھائیوں کو ہندوؤں کے ظلم اور ناانصافی سے نجات ملنی چاہئے ۔ وہ اس بات کے بالکل قائل نہیں تھے کہ اس بیمار دلت طبقے کو فلاں دوا یعنی بدھ دھرم ہی دیا جائے ، فائدہ ہو یا نہ ہو ۔ اسی لئے ایک موقع پر انہوں نے کہا تھا کہ :

اگر میں اپنے اچھوت بھائیوں کو مظالم سے نجات نہ دلا سکا تو میں خود کو گولی مار کر ہلاک کر لوں گا۔، یہ تھا ان کا عزم مصمم۔اس طرح یہ واضح ہو چکا ہے کہ اگر آج باباصاحب موجود ہوتے تو یقیناً بدھ دھرم کو چھوڑ کر اسلام دھرم ہی کو اختیار کرنے کی تلقین کرتے۔ لیکن باباصاحب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، اس لئے آج تو ہم کو ہی ان کے متعین کردہ مقصد کے حصول کے لئے اپنے آپ کو مظالم سے بچانے کے لئے بدھ دھرم کو چھوڑ کر اسلام دھرم اختیار کرنا ہوگا۔

خود باباصاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بہت سے نظریات میں تبدیلی کی تھی

اس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) فرقہ وارانہ صلح (کمیونل ایوارڈ) کے ذریعے حاصل شدہ دو ووٹوں کے اختیار کو جسے کہ باباصاحب بہت ہی ضروری سمجھتے تھے، خود ہی ایک ووٹ میں تبدیل کرنا قبول کر لیا تھا۔

(۲) باباصاحب گاندھی جی کے سخت مخالف تھے اور ان کو اچھوتوں کا دشمن تصور کرتے تھے۔ لیکن ایسی بھی مثالیں ہیں کہ باباصاحب نے گاندھی جی کی عظمت کا کھلے دل سے اعتراف بھی کیا ہے۔انہیں کے الفاظ میں: "میں سمجھتا ہوں کہ اس پورے مرحلے (پونا پیکٹ کو روبہ عمل لانے) میں اس حل کا بہت سا عظیم حصہ خود مہاتما گاندھی کی مرہون منت ہے۔" "میں مہاتما گاندھی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھ کو ایک بڑی نازک حالت میں سے نکال لیا۔ مجھے ایک ہی افسوس ہے، مہاتما جی نے گول میز کانفرنس کے وقت بھی یہی رخ کیوں نہیں اختیار کیا۔ اگر انہوں نے میرے نظریے کے ساتھ ایسا ہی ہمدردانہ سلوک کیا ہوتا تو انہیں اس مصیبت سے نہ گزرنا پڑتا۔ خیر جو ہو، یہ سب گزشتہ باتیں ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ آج میں یہاں اس تجویز کی تائید کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جو دوسرے دوست یہاں موجود نہیں ہیں، میں ان کی طرف سے بھی بول رہا ہوں کہ ہم اس معاہدے پر عمل کریں گے۔ اس کے متعلق کسی کے دل میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہندو لوگ اس معاہدہ کو ایک مقدس معاہدے تسلیم کریں گے اور اس کو روبہ عمل لاتے وقت اپنی عزت کو ٹھیس نہیں لگنے دیں گے۔"

(ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریر، حصہ اول ص ۳۳، اشاعت (ہندی) ۱۹۷۸، مرتب بھگوان داس)

(۳) بابا صاحب کا خیال پہلے ہندو دھرم میں ہی رہنے کا تھا، اگر ہندو دلت طبقے کو مساوات کا درجہ دے دیتا۔ انہیں کے الفاظ میں:

"اگر مندر میں داخلہ اچھوتوں کی ترقی کا پہلا قدم ہے تو وہ اس کی تائید اس لئے کریں گے کہ وہ ایسا ہی دھرم چاہتے ہیں جس میں انہیں سماجی مساوات حاصل ہو۔ اچھوت لوگ اب ایسے دھرم کو برداشت نہیں کریں گے جس میں پیدائشی نامساوات اور تفریق محفوظ ہو" (بابا صاحب کا جیون سنگھرش، ص ۱۲۲ مصنف جگیاسو)۔

اپنے اس خیال کو انہوں نے بعد میں تبدیل کر دیا اور مذہب تبدیل کرنے کا اعلان کر دیا۔ پونا پیکٹ کے وقت تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ: آپ اس سیاسی معاہدے سے آگے بڑھ کر کچھ ایسا کریں جس سے دلت طبقے کے لئے نہ صرف ہندو سماج کا ایک حصہ بنا رہنا ممکن ہو جائے بلکہ اسے سماج میں عزت اور مساوات کا درجہ حاصل ہو جائے۔
(ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریریں، ص ۳۵)

(۴) بابا صاحب کانگریس کے اکثر مخالف ہی رہے، لیکن اس کے پکے حمایتی بن کر بھی سامنے آئے۔ انہیں کے الفاظ میں: "تمہیں کانگریس کے بارے میں اپنے رخ کو ایک دم بدل دینا چاہیئے۔ ابھی تک کانگریس کے بارے میں ہمارا نظریہ ایک مخالف کا نظریہ رہا ہے۔ سیاسی میدان میں ہم باہم مخالف اور دشمن رہے ہیں، ابھی تک ہمارا نظریہ کچھ تنگ نظری کا شکار رہا ہے۔ ہمیں صرف اپنے قومی طبقاتی مفادات کی ہی فکر رہی ہے۔ اب ہم نے جب آزادی حاصل کر لی ہے، ہمیں اپنے نظریے میں بنیادی تبدیلی کر ڈالنی چاہیئے" (ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریریں ص ۶۶

"مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ پچھلے پچیس سال تک کانگریس کے خلاف لڑتے رہنے کے باوجود میں نے اس خاص موقع پر خاموشی کیوں اختیار کر لی۔ ہمیشہ لڑتے ہی رہنا اعلیٰ جنگی مہارت نہیں ہے۔ ہمیں دوسرے طریقوں سے بھی کام لینا چاہیئے"

(ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریریں، ص ۶۸)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بابا صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے نظریات تبدیل کے اس بات کی تائید میں مزکورہ بالا کچھ مثالیں بہت خاص معاملوں سے متعلق ہیں، جن سے کہ دلت طبقہ کی زندگی اور موت کا سوال جڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ جہاں بابا صاحب نے دلتوں کے مفاد میں اپنے خیالات تبدیل کئے، وہیں ان کے کچھ خیالات بار آور بھی نہیں ہوئے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا تھا: "جس سماج میں دس بیرسٹر، بیس ڈاکٹر اور تیس انجینیر ہوں ایسے سماج کو میں مالدار سماج سمجھتا ہوں. گرچہ اس سماج کا ہر فرد تعلیم یافتہ نہیں مثلاً چمار۔ آج اس

سماج کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر اس سماج میں کچھ وکیل، ڈاکٹر اور تعلیم یافتہ لوگ ہوں تو کوئی بھی اس سماج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہیں کرے گا، گرچہ اس میں ہر فرد تعلیم یافتہ نہیں ہے۔

لیکن اسمیں باباصاحب کا ذرا بھی قصور نہیں۔ جب آپ اپنے بیٹے سے بہت سی امیدیں وابستہ کرتے ہیں اور آپ کا بیٹا انہیں پورا نہیں کرتا ہے تو کیا آپ قصوروار ہیں؟ نہیں، بلکہ آپ کا بیٹا ذمہ داری پوری نہ کرنے کا قصوروار ہے۔ ٹھیک اسی طرح باباصاحب کے خیالات کے غلط ثابت ہونے میں باباصاحب کا کوئی قصور نہیں بلکہ ان کے جانشینوں کی کوتاہی ہے، جنہوں نے اپنی وہ ذمہ داری نہیں نبھائی جو انہیں نبھانی چاہیئے تھی۔

دھرم انسان کے لئے ہے

باباصاحب نے کہا ہے:

میں آپ لوگوں سے یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ انسان دھرم کے لئے نہیں ہے بلکہ دھرم انسان کے لئے ہے۔ دنیا میں انسان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ دھرم ایک وسیلہ محض ہے، جسے تبدیل کیا جا سکتا ہے، پھینک دیا جا سکتا ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں؟ ص ۵۹)

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ بدھ دھرم جس مقصد کے لئے اپنایا گیا تھا اسمیں وہ بالکل ناکام رہا ہے۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب کون سا دھرم اپنایا جائے۔ اس کے لئے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ بدھ دھرم کے علاوہ باباصاحب کن کن دھرموں کو اچھا اور مناسب سمجھتے تھے انہوں نے اسلام اور عیسائی مذہب کی بہت تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ، انسان کی انسانیت ہی سب سے اہم چیز ہے۔ یہ (انسانیت) اسلام اور عیسائی دھرم کی بنیاد ہے۔ اور یہی انسانیت سب کو معزز ہونی چاہیئے۔ کسی کو بھی کسی کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی کسی کے درمیان تفریق کرنی چاہیئے، یہ تعلیم وہ (اسلام اور عیسائی) دھرم دیتے ہیں، اس کے علاوہ یہ پوری طرح سے ثابت ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم ہی اپنانا چاہتے تھے۔

اس طرح ہمارے سامنے اب دو دھرم رہ گئے ہیں جن کی مذکورہ الفاظ میں ہی نہیں بلکہ دوسری کئی جگہوں پر بھی باباصاحب نے دل کھول کر تعریف کی ہے۔

اسلام دھرم اپنائیں یا عیسائی مت؟

ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کچھ لوگ عیسائی مذہب کو اپنانے کی صلاح دیتے ہیں تو وہ اپنے بنیادی مسئلوں کو بھول جاتے ہیں اس لئے ہمیں اپنے بنیادی مسئلے کو پھر سے ذہن میں تازہ کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ بہتر مفکر وہی ہوتا ہے جو اپنے بنیادی مسئلے سے دور نہ ہٹے، اس کا پورا لحاظ رکھے۔ اگر بیماری کی تخصیص کر لی جاتی ہے تو بیماری کا علاج کرنے میں زیادہ پریشانی نہیں ہوتی ہے۔

مسائل تو ہمارے سامنے بہت سے ہیں، اقتصادی بھی ہیں، تعلیمی بھی ہیں، لیکن یہ مسائل تو اور لوگوں کے سامنے بھی ہیں اعلیٰ ذات کے لوگوں کے بھی ہیں۔ روٹی تو تبھی ملے گی جب ہم کام کریں گے۔ تعلیمی مسئلہ تو تب ہی حل ہوگا جب ہم اپنے بچوں کو پڑھانے کا عزم کریں گے۔ ورنہ تعلیم کی تمام سہولیات کے ہوتے ہوئے بھی آج بھی بے حس اور بے شعور لوگ اپنے بچوں کو جوتے پالش کرنے کے لئے اس لئے بھیج دیتے ہیں تاکہ شام کو دس روپے کما کر لے آئیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں پہلے اپنے بنیادی مسئلے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

دلت لوگ کروڑوں کی تعداد میں اس دیش کے لاکھوں گاؤں میں الگ الگ بکھرے پڑے ہیں، جنہیں بالکل بے قصور ہوتے ہوئے بھی آئے دن مارا کاٹا اور بے عزت کیا جاتا ہے۔ یہ طرح طرح کے مظالم اور زیادتیاں اور روز مرہ کی بے عزتی کیسے رکے اور مساوات کے ساتھ کیسے زندگی بسر کریں یہ؟ اصل مسئلہ ہے۔

اگر چہ مسئلے کو صحیح طور پر لینا بہت اہم بات ہے لیکن کچھ مفاد پرست لوگ جن میں کچھ ہمارے نادان ساتھی بھی شامل ہو سکتے ہیں، ہمیں ہمارے اصل مسئلے اور اس کے حل کی جانب سے ہٹا کر دوسری جانب لے جانا چاہتے ہیں جہاں ہم بے کار بھٹکتے ہی رہیں اور اپنی منزل تک نہ پہنچ پائیں۔

ہمیں اپنے اصل مسئلے کا حل ڈھونڈتے ہوئے یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم پر طرح طرح کی زیادتیاں لاکھوں گاؤں میں روزانہ کہیں نہ کہیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ اس لئے ہمیں انہیں لاکھوں گاؤں میں رہنے والے مددگار چاہئیں۔ اور ہمیں مال و دولت کی مدد دینے والا نہیں، بلکہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی ہمیں انتہائی بے رحمی سے قتل کرنے والے ان ظالموں کے ہاتھ روکنے والا مددگار اور مارشل چاہیئے، تاکہ پہلے ظالم سے ہماری جان بچ سکے۔

عیسائی ہندوستان کے بہت تھوڑے سے گاؤں میں ہیں اور ان میں اتنی قوت ہیں کہ وہ ہماری حفاظت کر سکیں۔ لیکن مسلمان اس دیش کے ستر فیصدی گاؤں میں رہتے ہیں اور وہ

خود میں مارشل ہیں - وہ اپنی قوم پر، ہم مذہب ساتھیوں پر ظلم ہوتے ہوئے برداشت نہیں کر سکتے - اس طرح اگر ہم اسلام دھرم قبول کر لیتے ہیں تو یقیناً ہمارا بنیادی مسئلہ حل ہو جائے گا۔

باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم ہی اپنانا چاہتے تھے

باباصاحب ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم ہی اپنانا چاہتے تھے - تبھی تو انہوں نے کہا تھا: "اسلام دھرم اپنانے سے ہی دلت طبقے کو وہ سب مل سکتا ہے جو اس کو چاہئے" باباصاحب کہتے ہیں -! تین مذہب ہیں جن میں سے دلت طبقہ کو ایک چننا ہے (۱) اسلام دھرم (۲) عیسائی دھرم (۳) سکھ دھرم" وہیں ڈاکٹر امبیڈکر کہتے ہیں کہ "ان تینوں دھرموں کا تقابلی مطالعہ کرنے پر اسلام دھرم دلت طبقے کو وہ سب کچھ دیتا ہوا دکھائی دیتا ہے جو کہ اسے چاہیے -" باباصاحب نے اسلام دھرم کو دلت طبقے کا مقصد پورا کرنے والا بتایا ہے اور اس کی قلم توڑ تعریف کی ہے -

اس کے علاوہ پنتت پاون داس مہاراشٹر کے دلت طبقے میں پیدا ہوا ایک سنت تھا، جو کہ ڈاکٹر امبیڈکر کا حامی اور جانشین تھا - وہ مہاراشٹر مندر میں داخلے کے لیے کیے گئے سیتاگرہ تحریک کا ہیڈ انچارج تھا - یعنی کہ وہ ڈاکٹر امبیڈکر کے بہت قریب تھا - اپنے خطبات میں سے ایک خطبے میں پنتت پاون داس نے کہا: "اسلام ایک مکمل اور عالمی مذہب ہے جو کہ اپنے سبھی ماننے والوں سے برابری کا برتاو رکھتا ہے - یہی وجہ ہے کہ سات کروڑ اچھوت لوگ ہندو دھرم چھوڑنے کے لئے سوچ رہے ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ گاندھی جی کا بیٹے ہری لال نے بھی اسلام مذہب قبول کیا تھا - یہ تلوار نہیں تھی کہ اسلام کا اتنا اثر ہوا، بلکہ واقعی یہ تھی سچائی اور مساوات جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے (Thu ; poke Ambedkar, By Bhagwan Das, Vol.4, Page No. 144-145) باباصاحب کے ہم عصر (ان ہی نے دور کے)، دلت طبقات کے نہایت خیر خواہ اور باباصاحب کے گہرے دوست اور حامی پیریار راما سوامی (periyar E.V.Rama Swamy) کہتے ہیں کہ، دوستو! شودر پن کی ہماری بیماری بہت خطرناک ہے یہ کینسر کی طرح ہے، بہت پرانی بیماری ہے - اسکے لئے صرف ایک ہی دوا ہے اور وہ ہے اسلام - اس کے علاوہ کوئی دوسری دوا نہیں - اگر ہم نے اسلام مذہب قبول نہیں کیا تو ہم کو تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں گی - اپنی بیماری کو بھولنے کے لئے یا بیماری کو دبانے کے لئے نیند کی گولیاں لینی پڑیں گی - اور بدبودار مردوں کی شکل میں زندگی بسر کرنی پڑے گی - اس بیماری کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اعلیٰ

انسان کی طرح چلو۔ صرف اسلام ہی ایک راستہ ہے۔ (The Way of Salvation p. 13) پھر آگے پیریار کہتے ہیں: میں اسلام کی وکالت نہیں کر رہا ہوں۔ میں اس کی تبلیغ بھی نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن یہ سچائی ہے۔ میں مسلمانوں سے آپ کے مقابلے میں کوئی زیادہ محبت دوستی یا یقین نہیں رکھتا ہوں۔ میں آپ کے سامنے جو حقیقت پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ برہمن واد کے زہریلے سانپ کو مارنے کے لئے یا ایک خطرناک جھگڑے سے چھٹکارا پانے کے لئے صرف اسلام ہی ایک دوا ہے (ص ۱۶)

اسلام کا دوسرے مذہب سے تقابل کرتے ہوئے پیریار راما سوامی کہتے ہیں کہ اس ملک میں عیسائیوں میں اچھوت عیسائی ہیں، ان میں سے کچھ کو بس کچھ تعلیم دی گئی ہے اور ٹیچر کی شکل میں مقرر کئے گئے ہیں۔ دوسرے عیسائی ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ نہیں کرتے جیسا (اچھے) مسلمان کرتے ہیں۔ اسی لئے آریہ (ہندو) لوگ عیسائیوں اور سکھوں سے ایک طرح کی دوستی محسوس کرتے ہیں۔ بودھ اور جین اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے سب (آریہ) ہندو لوگ اسلام دھرم کو الگ تھلگ کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ اسلام سے نفرت ذاتی مفاد، اپنا بڑا پن اور ذات پر منحصر فوائد حاصل کرنے کے سبب ہی ہے۔ شودر جو آخر کار براہمنوں کے غلام ہیں، اسلام اور مسلمانوں کو قصور وار ٹھہرانے میں براہمنوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ (صفحہ ۲۱)

پیریار نے آگے یہ بھی کہا ہے کہ "اسلام کا قیام شرک، بہت سے خداوں کو ماننے اور جنم کی بنیاد پر نابرابری کو ختم کرنے کے لئے ہوا تھا اور اس کا قیام ایک خدا اور ایک انسان کے اصول کو قائم کرنے کے لئے ہوا تھا، اندھ وشواس اور بت پرستی کو ختم کرنے کے لئے اور عقلی اصولوں پر منحصر زندگی بسر کرنے کے لئے اس کا قیام ہوا تھا (صفحہ ۲۱)

دلت طبقے میں بابا صاحب امبیڈکر کے مخالف لیڈر جناب جی۔ کے گوئی (M.L.C) نے بھی ایک بیان میں کہا تھا کہ ڈاکٹر امبیڈکر نے اسلام دھرم کو قبول کرنا طے کر لیا ہے ()
Thus Spoke Ambedkar Vol.IV. by Bhagwan Das P.No. 166 ہندو مہا سبھا اور اہم لیڈروں کا بھی یہی کہنا تھا کہ ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم قبول کرنا چاہ رہا ہے جس سے ان کے دشمنوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ اس لئے یہ سارے لیڈر ڈاکٹر امبیڈکر کے پاس گئے اور ان پر یہی دباو ڈالا کہ وہ اسلام دھرم نہ اپنائیں۔ جس میں وہ عارضی طور پر کامیاب بھی ہو گئے۔ (Thus spoke Ambedkar. Vol.IV. P. No 145)

ساتھیو! کسی بھی مدعا پر، کسی بھی دانشور کے جو زندہ نہ ہو، خیالات جاننے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دانشور کا خود کا لکھا ہوا کوئی مضمون یا بیان مل جائے تو یہ سب سے افضل بات ہوگی۔ اس دانشور کے ان خیالات کو اور زیادہ تصدیق شدہ بنانے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ اس دانشور کے ساتھ رہنے والے اس کے نزدیکی اور پکے کسی حامی نے بھی ان کے زندگی میں ہی ان کے سامنے اس موضوع پر ایسے ہی خیالات پیش کئے تھے، اور اگر ان کے وقت کے ان کی مخالف بھی اسی بات کی تصدیق کرتے ہوں تو پھر کسی بھی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اور انہیں ہم پوری طرح سے تصدیق شدہ اسی کے خیالات مان لیتے ہیں۔

جب ہم اس متعین اصول کے نظر سے دیکھتے ہیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم ہی قبول کرنا چاہتے تھے۔ آپنے دیکھا کہ پہلے تو بابا صاحب نے خود اسلام قبول کرنے کی وکالت کی ہے۔ دوسرے ان کے بھروسہ مند سنت پنت پاون داس نے انہی کی زندگی میں اسلام قبول کرنے کی وکالت کی تھی۔ تیسرے ان کے وقت کے دلت طبقے کے ہی ان کے مخالف جناب جی۔ کے۔ گوئی صاحب اور ایم سی۔ راجہ نے بھی یہی کہا تھا کہ ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم قبول کرنے جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ ذات کے ہندو لیڈروں نے بھی یہی کہا تھا کہ ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم قبول کرنے جا رہا ہے۔ اس لئے اس کے بعد کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم ہی اپنانا چاہتے تھے۔ لیکن کیوں نہیں ایسا کر سکے اس کی تفصیل آگے ملے گی۔

اسلام ایک درمیانہ راستہ

آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ دھرم، بہتر زندگی جینے کا فن ہے۔ دنیا میں ہمیں اس کی تین قسمیں ملتی ہیں۔ انتہائی خدا پرستی، انتہائی خدا بےزاری اور معقول و معتدل خدا پرستی۔ خدا پرستی کی انتہا والے انسان کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ خدا بےزاری کی انتہا والے صرف انسان کو ہی سب کچھ مانتے ہیں۔ یہ دونوں راستے انتہا پسندانہ راستے ہیں۔ ہم نے بھی ان ہی میں سے ایک بدھ دھرم، کو اپنایا تھا۔ لیکن ایک تیسری راہ اعتدال اسلام دھرم کی ہے جو اللہ پر بھی یقین کرتا ہے اور انسان کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ساری مخلوق کی طرح انسان کو بھی اللہ نے ہی بنایا ہے۔ لیکن انسان کو اللہ نے آزادی بخشی ہے کہ وہ جو بھی بھلا و برا (نیک و بد) عمل کرنا چاہے کر سکتا ہے اس طرح اپنے اعمال کے لئے خود انسان ہی

ذمے دار ہے، اللہ نہیں ۔اللہ نہیں کہتا کہ کمزوروں پر ظلم کرو، ان کا استحصال کرو بلکہ اس نے تو ایسے مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم دیا ہے ۔ ہم نے ایشور (خدا) کو اسی لئے ماننا چھوڑا تھا کہ ہندو دھرم میں کہا گیا ہے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے ایشور کے ہی حکم سے کرتا ہے ۔اس لیے جو مظالم غریبوں کے ساتھ ہو رہے ہیں وہ سب ایشور کے حکم سے ہی ہو رہے ہیں اور اس میں ظلم کرنے والے کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ایسی خدا پرستی کا فلسفہ ہمیں پسند نہیں۔

اس کے علاوہ ہمارا مسئلہ فلسفے کا نہیں ہے ۔جو ہمارے لوگوں کو گاؤں میں دھوں لٹھ مارتا ہے وہ کوئی درشن ورشن اور فلسفہ وسفہ نہیں جانتا ہے ۔اسے تو یہ پتہ ہے کہ یہ نیچ اور کمین ہیں، انہیں مارنا میرا حق ہے ۔

مسلمانوں کے ذریعہ دلتوں کی حمایت

دوسری طرف عام مسلمانوں نے انسانی بنیاد پر اچھوتوں کی ہمیشہ ہی کچھ نہ کچھ مدد کی ہے ۔جب دھرم تبدیل کرنے کی کوئی بھی بات نہ تھی تب بھی مسلمانوں نے اچھوتوں کی مدد کی ۔مہاد تالاب کے آندولن میں جب ہندوؤں نے اچھوتوں کو بے رحمی سے مارا تب اچھوتوں نے مسلمانوں ہی کے گھروں میں پناہ لی تھی ۔جب مہاد تالاب کا پانی پینے کے لئے، دوبارہ آندولن کرنے کے لئے پنڈال کے واسطے کسی بھی ہندو نے جگہ نہیں دی تھی تب مسلمانوں نے ہی جگہ دی تھی (جیون سنگھرش، ص ۷۵-۷۴)

بابا صاحب نے سدھارتھ کالج قائم کیا تو اس کی تعمیر کے لئے بمبئی کے مسلمان سیٹھ حسین جی بھائی لال جی نے پچاس ہزار روپے چندہ دیا اور سرکاؤس جی جہانگیر نے بھی اعانت کی مگر بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شری گووند مالویہ جی نے اس کی مذمت اور تنقید کی ۔ (جیون سنگھرش، ص ۱۲۵، از جگیاسو)

دوسری گول میز کانفرنس میں ہندستان کے لیڈروں میں کافی لے دے ہوئی ۔ اچھوتوں کے مطالبے کو کچلنے کے لئے گاندھی جی نے خفیہ معاہدہ کرنے کی کوشش کی اور ۔ ۔ صاحب سے گاندھی جی نے کہا، میں تمہاری سب شرطیں ماننے کو تیار ہوں اگر تم میرے ساتھ مل کر اچھوتوں کے مطالبے کی مخالفت کرو ۔لیکن جناح صاحب نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور کہا - ہم خود اقلیت ہونے کے سبب جب خصوصی اختیارات چاہتے ہیں تو پھر ہم دوسری اقلیتوں کے مطالبے کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں ۔

(پونا پیکٹ بنام گاندھی، ص ۱۳، مصنف شنکرانند شاستری)

ہندوؤں نے بابا صاحب کو قانون ساز اسمبلی (پارلیمنٹ) میں نہ آنے دینے کے لئے پورے انتظامات کر لے تھے اور کہا تھا کہ ہم نے ڈاکٹر امبیڈکر کے لے قانون ساز اسمبلی میں آنے کے تمام دروازے بند کر دے ہیں، تب بابا صاحب نے یوروپین ووٹ حاصل کر کے قانون ساز اسمبلی میں آنا چاہا تو گاندھی جی نے یہ رکاوٹ کھڑی کی کہ بنگال اسمبلی کے یوروپین ممبروں کو اپنے ووٹ دینے کا حق نہیں ہے۔ تب بابا صاحب یوگیندر ناتھ منڈل اور مسلم لیگ کی مدد سے اچھوتوں کے نمائندے منتخب ہو کر قانون ساز اسمبلی میں آسکے تھے۔"

(جیون سنگھرش ص ۱۴۱ مصنف جگیاسو)

یہ بھی غور کرنے کے لائق بات ہے کہ ہندوؤں نے دلت طبقوں کے سیاسی رہنماؤں کو کبھی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ جب شری جگ جیون رام کے وزیر اعظم بننے کا حق تھا تو انہیں اچھوت ہونے کی وجہ سے اس کا موقع نہیں دیا گیا۔ اور انہیں بے عزت کیا گیا۔ دوسری طرف دیکھئے کہ گجرات کا حسن نام کا ایک اچھوت جو مسلمان ہو گیا تھا، دہلی کا سلطان بنا اور وہ سلطان خسرو شاہ کے نام سے جانا گیا، جسے مسلم حکمرانوں نے بادشاہ کی حیثیت سے تسلیم کیا اور کسی نے بھی اس کے بادشاہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

بابا صاحب کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کی تعریف

جہاں مسلمانوں نے دلت طبقے کی قدم قدم پر مدد کی ہے وہیں بابا صاحب نے بھی اسلام دھرم اور مسلمانوں کی کھلے دل سے تعریف کی ہے۔ بابا صاحب اگر کسی دھرم کو دل سے سب سے زیادہ پسند کرتے تھے تو وہ صرف اسلام دھرم ہی ہے۔ مثال کے طور پر ان ہی کے الفاظ آگے پیش کئے جا رہے ہیں: "عیسائی دھرم میں، اسلام دھرم میں جو مساوات کی تعلیم دی گئی ہے اس کا تعلق علم، مال و دولت، عمدہ لباس اور بہادری جیسے خارجی اسباب کے تحت کچھ بھی نہیں ہے۔ انسان کی انسانیت ہی سب سے اہم چیز ہے۔ یہ (انسانیت) اسلام اور عیسائی دھرم کی بنیاد ہے اور یہی انسانیت سب کو تسلیم ہونی چاہئے۔ کسی کو غیر مساوی نہیں ماننا چاہئے یہ تعلیم وہ (اسلام اور عیسائی) دھرم دیتے ہیں۔ (دلت ورگ کو دھرمانترن کی آوشیکتا کیوں ہے۔" صفحہ ۲۳)

مذہبی تعلقات کے بنا پر ترکوں کا اتحاد عربوں سے رہا۔ اسلام دھرم کی دین انسانیت کے لئے بہت قوی ہے، یہ بات سب کو معلوم ہے۔

اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی پائیداری کا مقابلہ کوئی دوسرا سماجی

گروہ نہیں کر سکتا۔"

(پاکستان یا بھارت کا و بھاجن کی تقسیم از امبیڈکر ص ۲۴۴)

بابا صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ تین دھرم (۱) اسلام (۲) عیسائی (۳) سکھ دھرم میں سے ایک دلت طبقے کو اختیار کرنا ہے اور ساتھ ہی کہتے ہیں کہ تینوں کا تقابل کرنے پر اسلام دھرم دلت طبقات کو وہ سب کچھ دیتا ہوا نظر آتا ہے، جس کی اسے ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہو گیا ہے کہ بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر اسلام دھرم کو بڑے ہی احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ اس کی بنیاد انسانیت مانتے تھے۔ وہ اسلامی معاشرے کو دنیا میں مضبوط ترین اخوت کا اعلیٰ ترین نمونہ اور ترقی پسند معاشرہ تصور کرتے تھے۔ پھر کیوں نہ ہم اپنے اصل مسئلے کے حل کے لے مقصد کے حصول میں مکمل طور پر قادر، سماجی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ پھینکنے کے لئے اور بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر کے خوابوں کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لے اسلام جیسے پیارے دھرم کو اختیار کریں جس سے کہ چین و سکون اور خوش حالی کو حاصل کرلیں اور اپنے پرلوک کو بھی سدھار لیں۔ آیئے، ہم بھی اسلام کے سائے کی طرف چل پڑیں۔

قومیت کے نام پر ہندو دلت طبقہ کو دھوکہ دے سکتے ہیں، لیکن مسلمانوں کو بے وقوف نہیں بنا سکتے۔

کچھ لوگ بابا صاحب کے اس قول کو سامنے رکھنا چاہیں گے جس میں انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اگر عیسائی یا اسلام دھرم قبول کریں گے تو ہماری ہندوستانیت میں فرق پڑ جائے گا۔ یاد رکھیے دھرم تبدیلی کے ساتھ قومیت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ اگر ایسا ہی اس ملک کے لوگ بھی سوچ لیتے جہاں کے لوگ آج بدھ دھرم کو مانتے ہیں تو بدھ دھرم کسی بھی دوسرے دیش واسیوں نے اختیار کیا ہوتا، کیونکہ وہ ان کے دیش میں پیدا ہوا دھرم نہیں ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ ہی اس معاملے میں بابا صاحب کا ہی یہ قول زیادہ قابل توجہ ہے کہ: وہ (اعلی ذات ہندو) قومیت کے نام پر ہندو پسماندہ طبقات (دلت طبقہ) کو دھوکا دے سکتے ہیں، لیکن اپنا قبضہ بنائے رکھنے کے لیے وہ مسلم علاقے کے مسلم عوام کو بے وقوف نہیں بنا سکتے اس کے ساتھ ہی وہیں پر انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ لنکن کا یہ قول مناسب ہے کہ ہمیشہ تمام لوگوں کو بے وقوف بنا لینا ممکن نہیں ہے،

(پاکستان یا بھارت کا وبھاجن، ص ۱۱۵-۱۱۴ از امبیڈکر، اشاعت جولائی سنہ ۱۹۷۲ء)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام سائنس کو اپنا دشمن مانتا ہے۔ لیکن بابا صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اگر اس میں حقیقت ہوتی تو دنیا کے دوسرے مسلم ممالک میں تبدیلی، استفسار اور سماجی اصلاح کے احساس کی ہلچل کیوں دکھائی دیتی

" اگر ان مسلم ممالک کی سماجی اصلاح میں اسلام نے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی تو ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح کی راہ میں کوئی رکاوٹ کیوں پڑنی چاہیے؟ ہندوستان میں مسلم قوم کی مذکورہ عدم تبدیلی کی کوئی خاص وجہ ضرور ہے۔ وہ خاص وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ میری سمجھ میں ہندوستانی مسلمانوں میں مذکورہ غیر تبدیلی کی اصل وجہ ان کی وہ مخصوص حالت ہے جس میں وہ رہ رہے ہیں۔ وہ ایک ایسے سماجی ماحول میں رہ رہے ہیں جو خاص طور سے ہندو ہے اور جو ان پر خاموشی سے، لیکن پوری قوت کے ساتھ اپنا اثر ڈال رہا ہے۔

(پاکستان یا بھارت کی تقسیم، ص۔ ۲۶۷، از ڈاکٹر امبیڈکر)

مسلمانوں میں بھی ذات پات ہے؟

بابا صاحب نے اس سلسلے میں کہا ہے:

"دھرم تبدیلی کی راہ میں اور بھی ایک رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔ذات پات کی تفریق سے پریشان ہو کر دھرم تبدیل کرنے میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔اس طرح کی مکاری کچھ بے وقوف ہندو لوگ ہی کرتے ہیں۔وہ دلیل دیتے ہیں کہیں بھی جائیے وہاں پر بھی ذات پات کی تفریق موجود ہے۔عیسائیوں میں بھی ذات پات ہے اور مسلمانوں میں بھی۔افسوس کے ساتھ یہ بات قبول کرنی پڑتی ہے کہ اس دیش کے دوسرے مذہبی سماجوں میں بھی ذات پات کی تفریق کا عمل دخل ہوا ہے، لیکن اس گناہ کے مجرم ہندو لوگ ہی ہیں۔بنیادی طور پر یہ روگ انہیں سے پیدا ہوا ہے۔اس کا چھوت پھر دوسرے سماجوں کو لگا ہے۔یہ ان کے نقطۂ نظر سے ناقابل قبول بات ہے۔

عیسائی اور مسلمانوں میں اگر ذات پات ہے بھی تب بھی وہ ہندوؤں کے ذات پات کی تفریق جیسا ہی ہے، یہ کہنا چوروں کو سارے چور نظر آتے ہیں، والی بات ہے۔ ہندوؤں میں ذات پات کی تفریق اور مسلمانوں و عیسائیوں میں ذات پات کی تفریق ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرنی ہوگی کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں ذات پات کی تفریق ہونے پر بھی وہ ان کے سماج کا اہم حصہ نہیں ہے۔ہندوؤں کو چھوڑ کر اگر دوسروں سے آپ یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہیں تو وہ کہیں گے میں مسلمان ہوں، میں عیسائی ہوں۔اتنا ہی جواب ملنے پر سب کا یعنی جواب دینے والے اور سوال کرنے والے کا مطلب پورا ہو جائے گا۔تیری ذات کیا ہے؟ یہ پوچھنے کی یا بتانے کی کسی کو بھی ضرورت نہیں ہے۔لیکن اگر آپ کسی ہندو سے پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں ہندو ہوں، تو اس سے کسی کا بھی مطلب حل ہونے والا نہیں ہے، نہ ہی سوال پوچھنے والے کا اور نہ ہی جواب دینے والے کا۔پھر سوال کیا جاتا ہے کہ تمہاری ذات کیا ہے؟ جب تک وہ اپنی ذات کا نام نہ بتائے کسی کو بھی اس کی حقیقی حالت کا پتہ نہیں چلے گا۔اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہندو سماج میں ذات پات کو کتنی اہمیت دی گئی ہے اور عیسائی اور مسلم سماج میں ذات پات کو کتنا ضمنی مقام دیا گیا ہے۔یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔"

(دلت ورگ کو دھرم مانترن کی آوشیکتا کیوں ہے؟ صفحہ ۴۰)

"اس کے علاوہ ہندو اور دوسرے سماجوں میں اور بھی ایک اہم فرق ہے۔ہندوؤں کے ذات پات کی تفریق کی بنیاد میں خود ان کا ہندو دھرم ہے۔مسلم اور عیسائیوں کے ذات پات کے اصل میں ان کے دھرم کی تعلیم نہیں ہے۔ہندوؤں میں ذات پات کی خاتمے کی

کوشش میں ان کا دھرم آڑے آجاتا ہے لیکن عیسائی اور مسلمان لوگوں نے اپنے باہمی ذات پات کی تفریق ختم کرنے کی کوشش کی تو ان کا دھرم اس راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ ان کا دھرم ذات پات کی تفریق کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ ہندوؤں کو اپنے دھرم کا خاتمہ کئے بغیر ذات پات کا خاتمہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کو ذات پات ختم کرنے کے لیے اپنا دھرم تباہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ذات پات کے خاتمے کے عمل میں ان کا دھرم رکاوٹ بننے والا نہیں ہے۔ ذات پات کی تفریق سب میں اور ہر طرف ہے، یہ قبول کر لینے پر بھی ہندو دھرم میں ہی رہو، ایسا نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ ذات پات کی تفریق اگر بری ہے تو جس سماج میں جانے پر ذات پات کی سختی، ذات پات کا خاتمہ، جلد، آسانی سے اور جڑ بنیاد سے ختم کیا جاسکتا ہے، اس میں جانا چاہیے۔ یہی صحیح معنوں میں معقولیت پسندانہ نظریہ ہے، ایسا ماننا پڑے گا

(دلت ورگ ۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۴۱)

اگر چہ مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں میں ذات پات صرف آسانی کے لیے ہے، نفرت، عداوت، یا بغض کے لیے نہیں۔ پھر بھی اگر اسے برائی کے طور پر لیں تو بھی مسلمانوں میں ذات پات اتنا گہرا نہیں جتنا ہندوؤں میں ہے۔ کیونکہ اسلام دھرم میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جب کہ ہندوؤں میں ذات پات ان کے دھرم کا ناشکستہ جز ہے۔

انتہائی سنجیدگی سے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا صرف ذات پات ہی ہم کو پریشان کر رہا ہے؟ ایسی بات بالکل بے بنیاد ہے۔ صرف ذات پات ہی کسی کو پریشان نہیں کر سکتا۔ اگر ہمارے لوگوں کو چمار کہا ہوتا اور ہمیں پوری محبت اور عزت دی ہوتی تو ہمیں کیا پریشانی تھی؟ اگر صرف ذات پات ہی کا معاملہ پریشان کن ہو تو اعلیٰ ذات ہندوؤں میں بھی تو الگ الگ ذات برادریاں ہیں اور یہاں تک کہ ان کی بھی شادیاں آپس میں ایک دوسری ذات برادری میں نہیں ہوتیں۔ ایسا ہونے پر بھی بتایئے براہمن سے چھتری اور ویشیہ کہاں پریشان ہیں؟ یا چھتری سے براہمن اور ویشیہ کہاں دکھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ براہمن، چھتری اور ویشیہ تو باہمی طور پر انتہائی الفت، محبت اور ہمدردی کے ساتھ رہتے ہیں۔

خود اپنی طرف دیکھیے۔ دلت طبقے میں بھی تو بہت سی ذات برادریاں ہیں اور ان میں بھی ایک دوسرے میں شادیاں نہیں ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود بھی بتایئے کہ بھنگی چمار سے کہاں پریشان ہیں؟ چمار بھنگی سے یا کھٹک سے کہاں پریشان ہیں؟ ریگر چمار سے یا دھانک سے

کہاں پریشان ہیں ؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف الگ الگ ذات برادریاں ہونے سے ہی کوئی پریشانی نہیں ہے ۔ صرف آپ چمار ذات کو ہی دیکھ لیں ۔ اس میں بھی کئی ذات برادریاں بن گئی ہیں اور یہاں تک کہ ان میں بھی آپس میں شادیاں نہیں ہوتیں ۔ چمڑہ رنگنے والے چمار کے ساتھ نوکری پیشہ یا کھیتی کرنے والا چمار کبھی شادی کا رشتہ نہیں کرتا ہے ۔ لیکن اگر چمڑہ رنگنے والے چمار پر کوئی ظلم ڈھایا جاتا ہے تو نوکری پیشہ چمار بے چین ہو اٹھتا ہے اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق مدد کے لئے بھی تیار رہتا ہے ۔ ٹھیک اسی طرح اگر نوکری یا کھیتی کرنے والے چمار پر کوئی ظلم یا زیادتی ہوتی ہے تو چمڑہ رنگنے چمار اور دوسرے چماروں کو بہت رنج ہوتا ہے اور اسے اپنے اوپر ہونے والا ظلم اور زیادتی تصور کرتے ہیں ۔ ایسا کیوں ہوتا ہے ؟ اس لیے کہ ان میں آپس میں نفرت، حسد یا بغض نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ محبت، الفت اور ہمدردی ہے ۔

کچھ بھائی اس طرح کا شبہ پیدا کرنے لگتے ہیں کہ دھرم کی تبدیلی کے بعد ہماری یا ہمارے بچوں کی شادیاں کیسے ہوں گی ؟ اس سلسلے میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ سب سے پہلے تو مسلمان ہی بیاہ شادی کے لئے تیار رہتے ہیں اور صدیوں سے ہندوستانی مسلم سماج میں یہ سلسلہ جاری ہے ۔ دوسرے ہم آپس میں بھی تو رشتے کر سکتے ہیں ۔

مسلمانوں میں جب کسی بڑھئی، لہار، یا سقے کے بیٹے کی بارات سج دھج کر شان سے نکالی جاتی ہے تو کوئی بھی شیخ، سید، مغل، پٹھان اس میں رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے، لیکن ہندوؤں میں کسی چمار یا بھنگی کے بیٹے کی بارات سج دھج کر نکالی جاتی ہے تو اس میں رخنہ ڈالا جاتا ہے، ان پر پتھر پھینکے جاتے ہیں، کہیں انہیں پیٹا جاتا ہے اور کہیں ان کو زندہ جلا دیا جاتا ہے ۔ کفلٹہ میں دولہے کے گھوڑے پر سوار ہونے کے سبب ہی ۱۴ باراتیوں کو زندہ جلا دیا گیا تھا ۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں ذات برادری کے نام پر نفرت، عداوت، اور حسد نہیں ہے جبکہ ہندوؤں میں ذات پات کے نام پر ہم سے نفرت، عداوت اور حسد ہے، جس کی وجہ سے ہم پر طرح طرح کی زیادتیاں کی جاتی ہیں ۔ مظالم کے اس سلسلے کو صرف اسلام ہی ختم کر سکتا ہے ۔ مسلمان ہو کر ناروا نفرت، بغض و زیادتیوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے، جو ہمارا دنیاوی بنیادی مسئلہ ہے ۔ اسلام قبول کرنے سے جہاں یہ دنیاوی مسئلہ حل ہو جاتا ہے وہیں ہم اپنی آخرت کو سنوارنے کا راستہ بھی پا لیتے ہیں ۔

اسلام کی اہم تعلیمات

* خدا ایک ہے، اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ انتہائی مہربان اور رحمت والا ہے۔
* خدا اپنے بندوں پر اتنا مہربان اور درگزر کرنے والا ہے کہ ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے بشرطے کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ گنہ گار اور خطاکار بھی اگر توبہ کر کے پاکیزہ زندگی گزارنے کا عہد کرتا ہے، تو اس پر بھی رحم و کرم کرتا ہے۔
* جن لوگوں نے خدا کا خوف رکھا اور زندگی میں پرہیزگاری اختیار کی ان کے لئے جنت ہے، اور جن لوگوں نے خدا کا انکار کیا اور سرکشی کا رویہ زندگی میں اختیار کیا تو ان کا ٹھکانہ یقینی طور پر جہنم ہے۔
* جو شخص جھوٹ نہ بولے، وعدہ خلافی نہ کرے، امانت میں خیانت نہ کرے، آنکھیں نیچی رکھے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرے اور اپنے ہاتھ کو دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے روکے، وہ جنت میں جائے گا۔
* غرور سے پرہیز کرو۔ کبر و غرور ہی وہ گناہ ہے، جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔
* آپس میں مکر و فریب اور بغض و عداوت نہ رکھو۔ حسد نہ کرو، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو تم سب بھائی بھائی ہو۔
* شراب کبھی نہ پیو۔
* جانداروں کو بلا سبب نہ مارو۔
* ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ماں باپ کی خوشی میں خدا کی خوشی ہے۔
* بال بچوں کی اچھی تربیت اور پرورش کرو، انہیں اچھی تعلیم دو۔
* کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر برتری حاصل نہیں ہے، ہاں! وہ انسان سب سے افضل ہے جس کے اعمال اچھے ہیں۔ چاہے اس کا تعلق کسی بھی دیش اور گروہ سے ہو۔
* سود کھانا اور سود کا کاروبار کرنا حرام ہے۔
* ناپ تول میں کمی نہ کرو۔
* سب کے ساتھ انصاف کرو، چاہے تمہارے رشتے دار ہوں یا دشمن۔
* اگر کوئی کسی انسان کو ناحق قتل کرتا ہے تو گویا اس نے سارے ہی انسانوں کو قتل کر دیا

اور اگر کوئی کسی انسان کی جان بچاتا ہے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو زندگی بخش دی۔

* صفائی اور پاکی آدھا ایمان ہے۔

* وہ آدمی مسلمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہے۔

* سارے انسانوں کو مرنے کے بعد خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، یہ دنیا تو امتحان کی جگہ ہے یہاں ہر انسان اپنے اعمال کرنے کے لیے مختار ہے۔ اس لئے اپنے کیے کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ خدا کسی کو ظلم کرنے کے لیے نہیں کہتا۔

* خدا انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے اور آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ رہتی دنیا تک سارے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں۔

* قرآن اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی ہے۔ اس میں پوری زندگی کے لئے مکمل ہدایتیں دی گئی ہیں۔

* ذات پات، رنگ و نسل، زبان، علاقہ، ملک قومیت کی بنیاد پر کسی کے ساتھ اونچ نیچ، چھوت چھات، تفریق اور طرف داری کا سلوک نہ کرو۔

* غلط طریقے سے دوسروں کا مال نہ کھاو۔ حلال کمائی کرو۔

* مزدور کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔

قیمت : 15/=   اشاعت : 2013

• H. S. Offset Printers, New Delhi-2